هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

وہی ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ...

بھونچال

بر لشکرِ دجّال

از قلم

پیرزادہ حکیم حافظ مفتی محمد عبد الرزّاق صاحب ہاشمی (مرحوم)

سابق مسیحی رتّہ شریف ضلع چکوال

(بمع اضافہ اور تشریح)

حضرت صاحبزادہ حافظ محمد شجاع الدّین صاحب رتوی

دار الاشاعت

ادارہ مجدّدیہ جمالیہ، جھوک شریف، ضلع ٹھٹھہ (پاکستان)

۲

نام کتاب :- بھونچال بر لشکرِ دجّال

نام مصنّف :- حضرت قبلہ حکیم مفتی عبد الرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شارح :- صاحبزادہ محمد شجاع الدّین صاحب رتوہی

اشاعت :- بار اوّل ۔ جنوری ۱۹۹۱ء

باہتمام :- ادارہ مجدّدیہ جمالیہ، جامع مسجد شاہ مراد شوگر ملز، جھوک شریف ٹھٹہ (سندھ)

ملنے کے پتے

۱۔ ادارہ مجددیہ جمالیہ جامع مسجد شاہ مراد، جھوک شریف ضلع ٹھٹہ۔

۲۔ دربار عالیہ رتہ شریف چکوال

۳۔ جناب قاضی حافظ محمد مظہر الحق صاحب ایم۔ اے۔ محلہ قاضی خانہ چکوال

۴۔ حضرت مولانا محمد عثمان غنی صاحب خطیب جامع مسجد ریلوے پھاٹک تلہ گنگ روڈ۔ چکوال

۵۔ حضرت مولانا مفتی عبد الرحمٰن صاحب۔ دار العلوم عثمانیہ مجدّدیہ ٹھٹہ (سندھ)

۶۔ حضرت مولانا غلام محمد صاحب سیالوی
شمس العلوم جامعہ رضویہ ٹرسٹ۔ این بلاک۔ نارتھ ناظم آباد۔ کراچی

بھونچال بر لشکرِ دجال

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

حضرت علامہ صاحبزادہ مفتی محمد کفایت احمد صاحب
مجددی رتوی ۔ فاضل علوم اسلامیہ ۔ فاضل تنظیم المدارس (پاکستان)
فاضل قاری کورس ۔ دربار عالیہ رتہ شریف ضلع چکوال

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہِ الکریم

آج عالمِ اسلام افسوس ہے کہ عیسائی مشنری کا ہدف بنا ہوا ہے عیسائیوں کی سرگرمیاں دن بدن بڑھتی جا رہی ہیں ۔ ان کا گمراہ کن لٹریچر بڑے شدّ و مد سے پھیل رہا ہے ۔ خاص کر انہیں ملک پاکستان میں کامیابی حاصل ہو رہی ہے ۔ کلیساؤں سے زیادہ ان کے مشنری ہسپتال اور مشنری اسکول اس کام کے لیے شب و روز عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت میں مصروفِ عمل ہیں ۔ افسوس کہ تعلیم یافتہ حضرات اسلام اور عیسائیت دونوں کی تعلیم سے بڑی حد تک ناواقف ہیں ۔ ان حالات میں بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ ایسا لٹریچر عام لوگوں تک پہنچایا جائے ۔ کہ جس کے ذریعہ سے ایک حقیقت پسند انسان عیسائیت کا . . . منصفانہ موازنہ کر کے اپنے صحیح راہ عمل کا تعین کر سکے ۔ عیسائیت کے بڑھتے ہوئے فتنے کے پیش نظر عزیز القدر محترم صاحبزادہ محمد شجاع الدین صاحب کو بار بار یہ خیال آ رہا تھا کہ اس سلسلہ میں کوئی نہ کوئی قدم ضرور اٹھانا چاہیئے ۔ تاکہ اس بڑھتے ہوئے . . . سیلاب کا سدِ باب کیا جا سکے ۔ اسی دوران قبلہ حکیم مفتی محمد عبدالرزاق صاحب عبرت ہاشمی مرحوم

کے کتابچہ بھونچال برلشکرِ دجّال کے بارے میں صاحبزادہ صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں نے کوشش بسیار کے بعد اس کتابچہ کو حاصل کیا۔ چونکہ وہ کتابچہ بہت ہی مختصر انداز میں تحریر شدہ تھا جس کو پڑھنے سے ہر آدمی کی تسلّی و تشفی ممکن نہ تھی۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی تھی کہ بالتفصیل عیسائیت کی حقیقت عوام کے سامنے پیش کی جائے تاکہ ہر کوئی حق و باطل میں امتیاز کر سکے چنانچہ بھونچال برلشکرِ دجّال کو عزیزم صاحبزادہ محمد شجاع الدین رتوّی نے اپنی علمی معلومات کے مطابق اضافہ کر کے مُستند حوالہ جات سے مزیّن کرتے ہوئے پیش کیا ہے اس تحقیقی اضافہ نے کتابچہ کی افادیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اس طرح عیسائیت کے مختلف پہلوؤں پر قابلِ قدر مواد کا عظیم ذخیرہ جمع کر دیا۔ بندۂ ناچیز نے اس کتابچہ کا بغور مطالعہ کیا ہے حقیقت ہے کہ یہ ایک گوہر نایاب ہے۔ اور واقعتاً یہ ایک تحقیقی و علمی ذخیرہ ہے۔ عزیزم موصوف نے اس نازک موضوع پر تحقیق و تعلیق کا کام بحمد اللہ بڑی خوبی سے سرانجام دیا ہے۔ ماشاء اللہ عزیزم محترم صاحبزادہ محمد شجاع الدّین رتوّی ایک سلجھے ہوئے ادیب اور منجھے ہوئے خطیب دلپذیر بھی ہیں۔ زبان اور قلم کی خدا داد صلاحیتوں کو خدمتِ دینِ متین کے لیے وقف کر چکے ہیں۔ الحمد للہ اپنی مساعی جمیلہ میں نہایت ہی کامیاب ہیں۔ عزیزم صاحبزادہ صاحب کی یہ تحریری کوشش ایک مفید کڑی ہے۔ چاہیئے کہ ہر فرد اس علمی و تحقیقی تحریر سے استفادہ کرے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو تمام لوگوں کے لیے نافع اور ذریعہ ہدایت بنائے آمین۔ اور عزیزم موصوف کو مزید علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور زورِ قلم اور زیادہ کرے آمین ثم آمین۔

العبد الفقیر:-

قاری محمد کفایت احمد رتوی مجددی۔ دربارِ عالیہ رتہ شریف۔ چکوال

تقریظ

حضرت علامہ حافظ وقاری مفتی عبدالرحمٰن صاحب، شیخ الحدیث و
ناظمِ اعلیٰ دارالعلوم مجددیہ عثمانیہ ٹھٹہ (سندھ)

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہِ الکریم۔ اما بعد

قارئین با تمکین!

رسالہ مبارکہ "بھونچال بر لشکرِ دجال" کو حضرت علامہ مفتی عبدالرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تحقیق و تبسیط کے ساتھ تحریر کر کے عیسائیوں کے مصنوعی اور خوابی مذہب کی خوب خبر لی ہے۔ پھر علامہ صاحبزادہ قاری محمد شجاع الدین صاحب نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ اس کتابچے میں تحقیقی اضافے اور تشریحات کی ہیں۔ بیشک یہ ایک محنت طلب کام تھا جو انھوں نے پورا کیا ہے۔

امید ہے کہ طالبانِ حق کے لیئے یہ کتاب بہت ہی مفید رہے گی اور بھٹکے ہوئے راہیوں کو راہ دکھانے کے لیئے بطورِ مشعل کام دے گی۔

انشاءاللہ

فقط

عبدالرحمٰن التتوی

حرفِ مدعا

جناب عابدِ بلوچ صاحب سینئر صحافی، حیدرآباد (سندھ)

پیرزادہ حکیم عبدالرزاق عبت ہاشمی کا تحریر شدہ کتابچہ "بھوبچال برلشکر دجال" اپنی اصل صورت میں اس سے قبل میری نظروں سے گزرا تھا۔ انھوں نے عیسائی مبلغین کے ہتھکنڈوں اور ان کی تحریف شدہ کتب کے بارے میں بہترین معلومات فراہم کرکے ہر سمجھدار آدمی کیلئے لمحۂ فکریہ پیدا کردیا تھا۔ تاہم مذہبی بحث اور حقائق کی نشاندہی کے لیے حوالہ جات اور تفصیلی وضاحتوں کی بہرحال کمی تھی محترم جناب صاحبزادہ محمد شجاع الدین رتوی صاحب نے حکیم صاحب کے کتابچے پر جو حاشیہ آرائی کی ہے اور اضافے لکھے ہیں ان کو ایک نظر پڑھنے کے بعد میری رائے یہ ہے کہ انھوں نے نہ صرف کتابچہ کی اس کمی کو پورا کیا ہے بلکہ اس تشنگی کو دور کرنے کی بھی حتی المقدور کوشش کی ہے جو ایک مسلمان قاری کو اصل کتابچہ پڑھنے کے بعد محسوس ہوتی تھی۔

عیسائیوں کی موجودہ اناجیل اور دیگر مذہبی کتب میں اس قدر تحریف کی گئی ہے کہ وہ مذہب جس کی تعلیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی نہ صرف اوجھل ہو کر رہ گیا ہے بلکہ خود صاحبِ تعلیم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی ذات بابرکات کے متعلق بھی ان کتب میں انتہائی غلط اور ناقابلِ برداشت تحریریں شامل ہو چکی ہیں۔ محترم صاحبزادہ رتوی صاحب نے اپنی جانفشانی اور عرق ریزی سے ان تمام معلومات کو منظر پر لانے کی بھرپور سعی کی ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ انھیں مزید ہمت و توفیق عطا فرمائے تاکہ آئندہ بھی وہ اسی طرح باطل کو سرِعام اصل شکل میں دکھانے کا دینی فریضہ انجام دیتے رہیں۔

عابد بلوچ (جھوک شریف)

نقشِ اوّل

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدا ور پیدا

کافی وقت سے "بھونچال بر لشکرِ دجّال" تصنیف قبلہ حافظ مفتی حکیم محمد عبدالرزاق صاحب عبرت ہاشمی کی تلاش تھی کہ مل جائے تاکہ اپنے بزرگوں کی اس کاوش کو دیکھ کر خوشی و مسرت حاصل کروں۔ لیکن کافی کوشش و بسیار کے باوجود کتاب حاصل نہ کر سکا۔

اتفاقاً ایک دفعہ احقر رتہ شریف گیا تو وہاں حضور مرشدی قبلہ الحاج صاحبزادہ محمد مطلوب الرسول صاحب سجادہ نشین للہ شریف تشریف لائے ہوئے تھے آپکی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا تو وہاں قبلہ حکیم صاحب سے متعلق بات چل نکلی تو ناچیز نے حضور مرشدی سے عرض کی کہ اگر حکیم صاحب کی کتاب بھونچال مجھے مل جائے تو احقر شائع کرنے کی ضرور سعادت حاصل کرے گا۔ آپ کچھ فرمانے والے ہی تھے تو وہاں موجود جناب ماسٹر فیض محمد صاحب آف سدوال نے عرض کی کہ حضور وہ کتاب میرے پاس بحفاظت موجود ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ان کو دے دیں۔

چنانچہ ماسٹر صاحب نے مجھے دینے کا وعدہ کر لیا اب میری خوشی و مسرت کی انتہا نہ رہی پس چند دن بعد میں سدوال ماسٹر صاحب کے پاس گیا کتاب کے لیے، لیکن انہوں نے کہا جناب میں نے تو کتاب فلاں صاحب کو دے دی ہے، میں نے کہا جناب آپ نے وعدہ مجھ سے کیا تھا اور دے دی ان کو (احقر احتراماً نام تحریر کرنا مناسب نہیں سمجھتا) پھر سدوال سے چکوال ان کے پاس آیا تو ان سے عرض کی جناب

کتاب کے لیے حاضر ہوا ہوں انہوں نے جواباً فرمایا کہ میں کتاب کسی صورت نہیں دے سکتا میں نے بار بار اصرار کیا کہ عنائیت فرمادیں تو نوازش ہوگی لیکن نہ مانے۔

دوسرے دن اپنے دونوں بڑے بھائیوں کو اپنے ساتھ لے کر ان کے پاس گیا ان کے پُرزور اصرار پر وہ مان گئے اس طرح جناب محترم قاضی حافظ محمد مظہر الحق صاحب اور میرے نہایت محترم و مکرم بھائی قبلہ الحاج حافظ و قاری مُفتی کفایت احمد صاحب ہر دونوں کی وجہ سے یہ میرا عقدہ حل ہوگیا۔ اور ان کو کہا کہ آپ فکر نہ کریں ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں کہ یہ کتاب آپ کو بحفاظت مل جائے گی۔ اس طرح دشوار گزار طریقہ سے کتاب حاصل ہوئی۔ احقر نے اس کی اشاعت کے بعد اصل کتاب اور مزید نئی کاپیاں خدمت میں حاضر ہوکر شکریہ کے ساتھ واپس کردیں۔

کچھ وقت بعد اس کی تشریح کے لیے قلم اٹھایا بحمدہٖ تعالیٰ اس میں بھی کامیابی ہوئی اس طرح یہ بروز منگل ۲۱ ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ بمطابق ۲۵ جولائی ۱۹۸۹ء بوقت عصر "بھونچال بر لشکرِ دجّال کی تشریح سے فارغ ہوا ہوں۔ الحمدُ لِلّٰہ اس کتاب کو قارئین کی خدمت میں پیش کرتے وقت میرا ہر رونگٹا بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہے۔

حضرت قبلہ حکیم حافظ محمد عبدالرزاق صاحب ہاشمی کا کتابچہ "بھونچال بر لشکرِ دجّال" بلاشبہ ان کتابچوں میں سے ہے کہ جس نے انگریز حکومت کے ایوانوں میں ہل چل مچا دیا تھا۔ اور پھر اس حوالے سے بھی مستند ہے کہ آپ نے عیسائیت کے گھر کو بھی اچھی طرح دیکھا۔ حکیم صاحب قبلہ خود اپنی نسبت بھونچال کے صفحہ نمبر ۱۔ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "عیسائیوں کا کچا چھٹا ملاحظہ کرنے کے لیے راقم الحروف نے ۲۳/۲۴ اگست ۱۹۳۱ء کو عیسائی مذہب قبول کرلیا جس کا برادرانِ اسلام کو افسوس تھا۔ مگر بفضلہٖ تعالیٰ ۱۲/ مئی ۱۹۳۲ء کو سہارنپور جامع مسجد میں راقم نے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا۔" چند سطروں کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ "افسوس! سہارنپور سے چلے آنے اور رتہ شریف کی اقامت

کے باعث (طوعاً و کرہاً) مجھے پورے پانچ مہینے خاموش رہنا پڑا۔ اور خلافِ توقع عیسائیت کے خلاف کسی قسم کا مطلقاً کوئی تقریری، تحریری جہاد نہ کر سکا۔"

پانچ ماہ بعد یہ کتابچہ آپ نے تحریر فرمایا شائع ہوتے ہی اس کتابچہ کو ضبط کر لیا گیا تھا۔ تاہم چند کتابچے بعض احباب کے ہاتھ لگ گئے جو محفوظ ہو گئے ان میں سے ماسٹر فیض بھی تھے اور انگریزوں نے آپ کو گرفتار کر لیا تھا۔ ناموسِ رسالت کے لیے یہ تکلیف بھی برداشت فرمائی۔ قربان جائیں ان عاشقوں پر کہ جن کا یہ اعلان تھا کہ جان تو دے سکتے ہیں اپنے نبی کی عزت کی خاطر مگر ایمان نہیں دے سکتے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ حکیم حافظ محمد عبدالرزاق صاحب عبرت ہاشمی پر اپنے فضل و رحمت کی بارش برسائے یہ کتابچہ لکھ کر انہوں نے پوری امتِ اسلامیہ کا سر بلند کر دیا اور زندگی کے بھٹکے ہوئے قافلوں کو حق و صداقت کی منزل کا وہ راستہ دکھا گئے جس سے روگردانی کی جرأت سوائے اس کے کوئی نہیں کر سکتا جسے بھٹکنے ہی میں مزا آتا ہو۔

اس کتابچہ کی تشریح کی ضرورت اس لیے ہے کہ حضرت قبلہ مفتی محمد عبدالرزاق صاحب نے اشارۃً عیسائی عقائد کا ذکر کیا جس سے عام قاری صحیح طرح استفادہ نہیں کر سکتا چنانچہ اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے اس کی تشریح کے لیے قلم اٹھایا گو اپنی کم علمی کا بھی پورا پورا احساس ہے لیکن محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بھروسہ پر کام شروع کیا ہے۔

احقر نے اس بات کی کوشش کی کہ اس کتابچہ سے استفادہ کرنے والے حضرات کے لیے جس قدر آسانیاں فراہم کرنا میرے لیے ممکن ہو میں فراہم کروں اور اس غرض کیلئے میں نے سخت سے سخت مشقت اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کیا، بعض دفعہ میں چھ چھ گھنٹے مسلسل یہی کام کرتا تھا۔ پھر عیسائیت کے موضوع پر کوئی تحقیقی کام کس قدر مشکل ہے؟ اس کا اندازہ ان حضرات کو ہوگا، جنہوں نے اس موضوع پر کوئی کام کیا ہے، یہاں اس موضوع کی اہم کتابیں کم یاب ہی نہیں تقریباً نایاب ہیں۔ احقر نے اس سلسلے میں حیدرآباد

کراچی اور مختلف جگہوں سے کتابوں سے استفادہ کیا۔ بہرحال جس ذخیرہ کی فی الواقعہ ضرورت تھی وہ مہیا نہ ہو سکا

مآخذ

اس کام کے دوران احقر نے ان کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔

(۱) تفسیر نعیمی — از:۔ مفتی احمد یار خاں صاحبؒ
(۲) تفسیر ضیاء القرآن — از:۔ پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری
(۳) بائبل سے قرآن تک — از:۔ مفتی محمد تقی صاحب عثمانی
(۴) مذاہبِ عالم کا تقابلی مطالعہ — از:۔ چوہدری غلام رسول صاحب ایم۔ اے
(۵) عقائد الاسلام — از:۔ مفتی خلیل خاں صاحب قادری
(۶) تکمیل الایمان ترتیب و ترجمہ — از:۔ پیرزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی ایم۔ اے
(۷) مقالاتِ سرسید — مُرتبہ:۔ مولانا محمد اسماعیل پانی پتی
(۸) دی ہولی بائبل اور

شانِ انبیاء میں گستاخیاں — تالیف:۔ شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف صاحب سیالوی

(۹) اُردو بائبل۔ پاکستان بائبل سوسائٹی انارکلی۔ لاہور

شاہ مراد شوگر ملز اسکول جھوک شریف ضلع ٹھٹھہ میں تدریسی مصروفیات اور گزشتہ چھ سالوں سے سالانہ رسالہ "فیضان المشائخ" کی وجہ سے یہ کام مشکل ہو گیا تھا، لیکن یہ محض پروردگار کا کرم اس کا انعام اور احسان ہے کہ اس نے احقر کو اس کام کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی۔

بہرکیف! کام جیسا کچھ ہے آپ کے سامنے ہے کتابچہ کا جیسا حق تھا وہ تو میں ادا نہیں کر سکا۔ زیادہ سے زیادہ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند ہی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اس بات کا غیر معمولی سُرور میں محسوس کر رہا ہوں کہ حضرت قبلہ حافظ مفتی محمد عبدالرزاق صاحب

بھو نچال برلشکرِ دجال

عترت ہاشمی کی اس دینی خدمت کے ساتھ نامکمل ہی سہی، ایک نسبت مجھے بھی حاصل ہوگئی

ع بُلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

اللہ کے فضل و کرم سے یہ دُور نہیں کہ مجھے اس نسبت ہی کے طفیل میرے بے شمار گناہوں سے چشم پوشی فرمائے اور جب آخرت میں دین کے مخلص خادموں پر نوازش کا موقع آئے تو یہ سیاہ کار بھی اس نسبت کی بنا پر ان حضرات کی رفاقت سے محروم نہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اس کتاب کو قارئین کی خدمت میں پیش کرتے وقت میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرے شب و روز کے بہترین اوقات وہ تھے جو میں نے اس کتاب کی تیاری میں صرف کئے۔

مولائے کریم اس خدمت کو قبول فرمائے اور اسے اس گناہگار کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ مجھے اور قارئین کو اس سے دنیا و آخرت میں فائدہ پہنچائے اور ایمان پر ثبات نصیب فرمائے۔

قارئین سے التماس ہے کہ وہ ظاہری صوری یا کسی معنوی و باطنی غلطی پر مطلع ہوں تو احقر پر احسان فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ التَّوفِیقِ وَبِیَدِہِ التَّحقِیقُ

محمد شجاع الدین رتوی

۲۱/ ذوالحجہ ۱۴۰۹ ہجری

حال جھوک شریف۔ ضلع ٹھٹھہ

اپنی نسبت

مشرقِ صدق و صفا سے پھر وُہ چمکا آفتاب
جس کی ضو سے مِٹ گئی تثلیث کی ظلمت جناب

عیسائیوں کا کچّا چِٹھا ملاحظہ کرنے کے لیے راقم الحروف نے ۲۲ اگست ۱۹۳۱ء کو عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا۔ جس کا جُملہ برادرانِ اسلام کو علی العموم و احمدی صاحبان کو علی الخصوص افسوس تھا۔ مگر بفضلہ تعالیٰ ۱۹۳۲ء مئی کو سہارنپور جامع مسجد میں راقم نے غیر مبہم الفاظ میں اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ اور عیسائیت کی جعلسازی اور اسلام کی حقانیت پر ایک محققانہ لیکچر دیا۔ جسے "مدینہ"، "الجمعیۃ"، لیڈر، ٹائمز آف انڈیا نے نہایت دھڑلے کے ساتھ شائع کیا۔ افسوس! سہارنپور سے چلے آنے اور رتہ شریف کی اقامت کے باعث (طوعاً و کرھاً) مجھے پورے پانچ مہینے خاموش رہنا پڑا۔ اور خلافِ توقع کسی قسم کا مطلقاً کوئی تقریری، تحریری جہاد نہ کر سکا۔ ہم حنفی مسلمان اگر اس قسم کے سُست نہ واقع ہوئے ہوتے۔ تو قادیانی اور لاہوری جماعت کی ممبر آج دُنیا کیوں بنتی۔ ہماری غفلت شعاری ہی سے مرزائی اور عیسائی فائدہ اُٹھا رہے ہیں ؎

اے خدا را قومِ من برخیز از نادانہ خواب
تابکے غفلت بہ بیں بر بامِ آمد آفتاب

والسلام

فاتح عیسائیت عبرت (ہاشمی) سابق پولوس پنجاب

ضروری وضاحت

اس کتاب کو پڑھتے وقت ایک بات ذہن نشین کرلی جائے اور وہ یہ کہ اس کتاب کے مصنف کے اصل مخاطب غیر مذہب اور عیسائی ہیں جن میں وہ ایک سال تک رہنے کے بعد تائب ہوئے اور یہ رسالہ لکھا اس لیئے مصنف کی زبان کچھ سخت بھی ہے اور ناز یبا سی معلوم ہوتی ہے یہ درحقیقت اشداءُ علی الکفّار کا عکس ہے۔

بلکہ اس کتاب میں بھی دیکھیئے تو عیسٰی علیہ السلام کا خطاب جو انھوں نے مخاطبین سے کیا ہے اور (متی باب ۲۲۔ آیت آ تا ۲۹) میں درج ہے۔

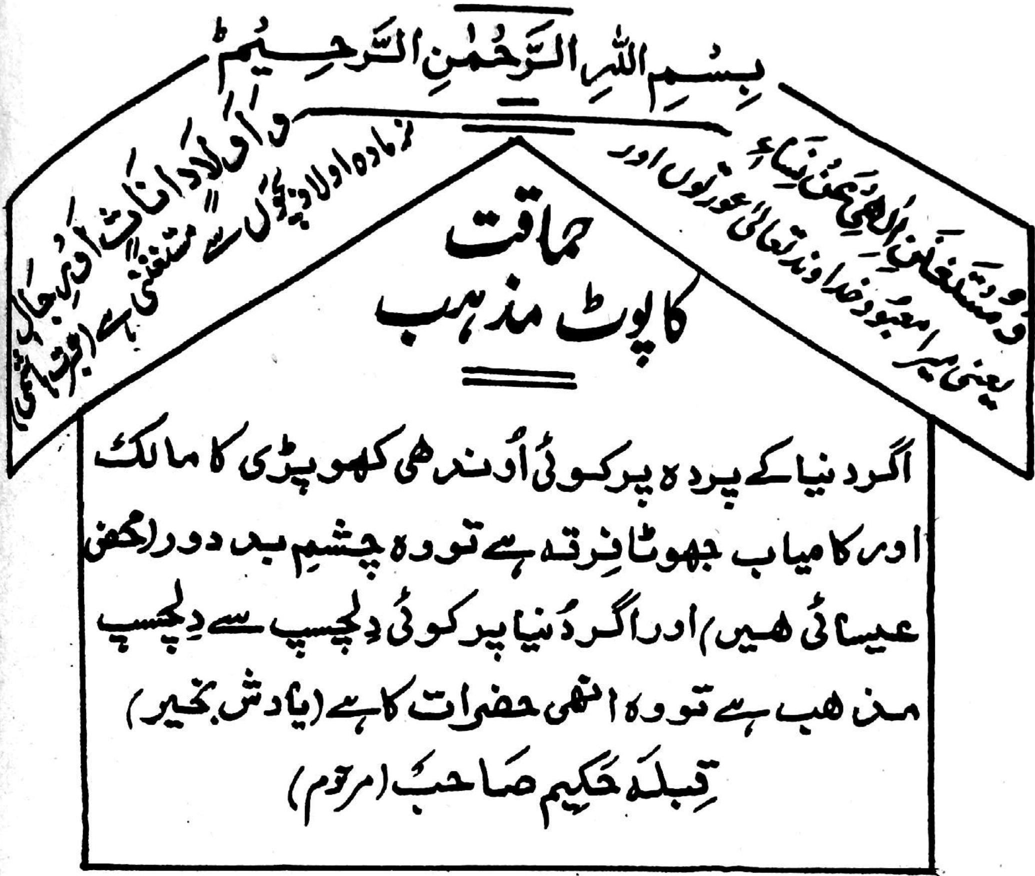
۱۔ "اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس اور اندھے راہ بتانے والے اور اے احمقو اور اندھو تم پر افسوس، اے اندھے فریسی، اے سانپو! اے افعی کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے۔"

۲۔ سامعین نے کہا "یا حضرت! آپ ہمیں گالیاں دیتے ہیں" سامعین کا یہ استفسار (انجیل متی باب ۲۲ اور انجیل لوقا باب ۱۱) میں درج ہے اور متی باب ۱۵ میں کنعانی کافروں کو کتے کے لفظ سے یاد کیا ہے۔

اسی طرح متی باب ۳، ۷، میں یحییٰ علیہ السلام نے یوں خطاب کیا "اے سانپ کے بچو! تمھیں کس نے بتا دیا کہ آنے والے غضب سے بچو۔" یہ اندازِ مخاطبت انبیاء سے منسوب ہے اور عیسائیوں کی کتابوں میں درج ہے۔

اس لیئے اس کتاب میں بھی حکیم صاحب کے اصل مخاطب عیسائی ہیں اور عیسائیوں سے اس طرح کا خطاب ان کی کتابوں میں چلا آیا ہے اور عیسائی دراصل اس طرح کے خطاب کے عادی ہو چکے ہیں۔ اسلیئے حکیم صاحب نے وہی انداز اختیار فرمایا تاکہ بات ان کی سمجھ میں جلدی آسکے۔

محمد شجاع الدّین



امام فخر الدّین رازی نے اپنی تفسیر میں سورہ نساء کی تفسیر فرماتے ہوئے کہا ہے کہ:

"عیسائیوں کا مذہب بہت ہی مجہول ہے۔"

(تفسیر کبیر، ص ۴۴۶ ج ۳)

پھر سورہ مائدہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

"دنیا میں کوئی بات عیسائیوں کی بات سے زیادہ شدید فساد والی اور ظاہر البطلان نہیں ہے۔"

(تفسیر کبیر ص ۴۴۳ ج ۳)

پھر بائبل کو دیکھیں جس میں عیب و نقص اور کمزوری و کوتاہی سے انبیاء کا دامن

آلودہ نظر آتا ہے اور اعتقاد و عمل دونوں میں ان کو ایک عام انسان اور بشر کی مانند دکھایا گیا۔ جس کو اپنے خالق و مالک کی رضا کی بجائے اپنے نفس کو خوش رکھنا زیادہ محبوب اور پسندیدہ نظر آتا ہے۔ ایسے گندے اور جھول مذہب کی طرف کوئی کیسے مائل ہو سکتا ہے۔

نمونہ کے طور پر صرف چند حوالوں کی پوری عبارتیں لکھی جاتی ہیں اور دوسرے صرف حوالے۔

حضرت نوحؑ کا شراب پی کر برہنہ ہو جانا الزام نمبر ۱

"اور نوحؑ کاشتکاری کرنے لگا اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا اور اس نے اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔"

(پیدائش باب ۹ آیت ۲۰، ۲۱)

حضرت لوطؑ کا اپنی بیٹیوں سے زنا کرنا الزام نمبر ۲

" اور لوطؑ ضغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اس کی دونوں بیٹیاں اس کے ساتھ تھیں کیونکہ اسے ضغر میں بستے ڈر لگا اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڈھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دُنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اُٹھ گئی اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی۔ آؤ آج رات بھی۔۔ اس کو مے پلائیں اور تو بھی جا کر اس سے

ہم آغوش ہوتا کہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی، پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اُٹھ گئی۔ سو لُوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں اور بڑی کے ایک بیٹا ہوا اور اس نے اس کا نام موآب رکھا۔ وہی موآبیوں کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں۔ اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا ہوا اور اس نے اس کا نام بن عمّی رکھا۔ وہی بنی عمّون کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں۔"

(پیدائش باب ۱۹۔ آیت ۳۱ تا ۳۸)

حضرت داؤد کا زنا
الزام نمبر ۳

"اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اُٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی۔ تب داؤد نے لوگ بھیج کر اس عورت کا حال دریافت کیا اور کسی نے کہا کیا وہ اِلعام کی بیٹی بت سبع نہیں جو حِتّی اوریاہ کی بیوی ہے؟ اور داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بُلا لیا۔ وہ اس کے پاس آئی اور اس نے اس سے صحبت کی (کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی) پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی اور وہ عورت حاملہ ہو گئی۔ سو اس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں۔"

(سموئیل دوم باب ۱۱ آیت ۲ تا ۵)

قارئین گرامی طوالت سے بچنے کے لیے بائبل کے صرف حوالے پیش خدمت ہیں۔

"سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا۔" (سلاطینِ اوّل باب ۱۱) پھر لکھا ہے۔

"اور خداوند سلیمان سے ناراض ہوا۔" (سلاطین اوّل باب ۱۱۔ آیت ۹، ۱۰)

یہودہ بن یعقوب کا ناگفتہ بہ قصہ (پیدائش باب ۳۸ آیت ۱۲، ۳۰) فحش عبارت سلاطین اوّل باب ۱۴ آیت ۲۴، باب ۱۵ آیت ۱۲، باب ۲۲ آیت ۴۶۔ سلاطین دوم

باب ۲۲ آیت ۷ - استثناء باب ۲۳ آیت ۱۷ - رودت نامی ایک عورت کا گندہ قصہ باب ۲ رودت آیت ۲، ۳، ۴ - حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے امنون کا فحش قصہ سموئیل دوم باب ۱۳ - خداوند کی جورو کا طلاق نامہ - یسعیاہ باب ۵۰ -

یہ اس قسم کے گندے اور فحش الزامات ہیں جن کا مطالعہ اہلِ ایمان پر گراں گزرتا ہے - اس قسم کی اخلاق سوز باتیں پڑھ کر ایک عامی بھی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ واقعی یہ فرقہ جھوٹا اور اندھی کھوپڑی کا مالک ہے کہ جن کی ہر بات جھوٹ اور فریب پر مبنی ہے جیسے کہ آپ مندرجہ بالا حوالہ جات سے جان چکے ہیں - انبیاء و رسل علیہم السلام وہ مقدس ہستیاں ہوتی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی نیابت و خلافت کے لیے منتخب فرما لیتا ہے وہ لوگوں کی ہدایت اور تہذیب و تربیت کا فریضہ انجام دیتے ہیں - اور وہ انہیں اپنے خالقِ حقیقی سے ملاتے ہیں - ارشاد خداوندی ہے -

"بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم و نوح اور آلِ ابراہیم کو سب جہاں والوں پر انتخاب کر کے فضیلت دی۔"

ناظرین گرامی! قرآن مجید نے انبیاء کی عظمت و شان کو بیان کیا ہے اور بڑے واضح انداز میں ان کی سچائی و پاکی کا ذکر کیا ہے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کتاب عظمتِ انبیاء کی امین ہے -

اہلِ اسلام سے گزارش ہے کہ عیسائیت کی اس چیرہ دستی اور ظلم و زیادتی کو دیکھ کر اسلام کے تقدس کا دل و جان سے اعتراف کریں اور پادریوں کی مغالطہ آفرینیوں کا شکار ہونے سے محفوظ رہیں بلکہ انہیں بتلا سکیں - وہ باتیں جو حضرات انبیاء کی طرف منسوب کی ہیں - عہد نامہ عتیق میں وہ باتیں اللہ کی کہی ہوئی نہیں بلکہ انسانوں کی اختراع ہیں - اگر مزید تحقیق کی ضرورت ہو تو "کتاب دی ہولی بائیبل اور شانِ انبیاء میں گستاخیاں" کا مطالعہ کریں -

اور انکے ھیرو مسٹر یسوع ناصری سے وحشی، شراب خور، بوسہ باز، طوائف نواز انسان کو جب انہوں نے گرو یا راھبر بنایا تو اسے خدا کا بیٹا بنا دیکھا اور جب وہ اپنی خدا داد مطلق العنانیوں اور لن ترانیوں کے باعث یہود کے ھاتھ گرفتار ھو گیا، تو یہ تمام صاحب بہادر وہاں سے یوں اڑے جیسے گدھے کے سر سے سینگ اور جب وہ بے چارہ صلیب پر چیخ چیخ کر مر گیا۔ تو انہوں نے اپنا داغِ بزدلی دھونے کے لیے ایک حیلہ تراشا اور وہ یہ کہ ھمارا خداوند یسوع صلیبی لعنت کے طفیل ھمارے گناھوں کا کفارہ ھو گیا ھے۔ قبلہ حکیم صاحب (مرحوم)

یسوع کے معنی سید اور مبارک ہیں۔ دوسرا نام مسیح ہے جو مسح سے مشتق ہے۔ مسح کے معنی کسی چیز پر ہاتھ پھیرنا اور اس سے اثر دور کرنا ہے (راغب)

سید بمعنی چلنے کو بھی مسح کہتے ہیں۔ قیل سمّی عیسیٰ علیہ السلام مسیحاً لکونہٖ ماسحاً فی الارض ای ذاھباً فیھا"۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام مسیح اس لیے رکھا گیا کہ وہ زمین میں چلنے والے یا سیاحت کرنے والے تھے۔ پس آپ کا ذاتی نام یسوع عیسیٰ تھا۔ مسیح آپ کا وصفی نام تھا ابنِ مریم کنیت تھی۔ بعض قدیم عیسائیوں کے فرقوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا نہیں ہوئے بلکہ ان کے باپ کا نام یوسف نجار تھا۔ اس مسئلہ میں سر سید احمد خاں بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ جس شرح و بسط سے انھوں نے اس پر بحث کی ہے اور اپنی طرف سے دلائل کے جو انبار لگائے ہیں وہ انہی کا حصہ ہیں۔ باقی سب ان کے پیروکار اور ریزہ چیں ہیں۔ ان کے دعویٰ کی دلیل انجیل کی حسب ذیل عبارات ہیں۔

دلیل نمبر ۱ " اور یعقوب سے یوسف پیدا ہوا یہ اس مریم کا شوہر تھا جس سے یسوع پیدا ہوا جو مسیح کہلاتا ہے۔" (متی باب ۱ آیت ۱۶)

دلیل نمبر ۲ " دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے۔" (لوقا باب ۲ آیت ۴۸)

دلیل نمبر ۳ " کیا یہ بڑھئی کا بیٹا نہیں۔ اور اس کی ماں کا نام مریم نہیں۔" (متی ۱۳ : ۵۵)

دلیل نمبر ۴ " اور انہوں نے کہا کیا یہ یوسف کا بیٹا یسوع نہیں جس کے باپ اور ماں کو ہم جانتے ہیں۔" (یوحنا باب ۶ آیت ۴۲)

دلیل نمبر ۵ " فلپس نے نتن ایل سے مل کر اس سے کہا کہ جس کا ذکر موسیٰ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے وہ ہم کو مل گیا۔ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے۔" (یوحنا باب ۱ آیت ۴۵)

دلیل نمبر ۶ " خدا نے مجھ سے (یعنی داؤد سے) قسم کھائی کہ تیری نسل سے ایک شخص کو تیرے تخت پر بٹھاؤں گا۔" (اعمال باب ۲ آیت ۳۰)

دلیل نمبر ۷ " جو جسم کے اعتبار سے تو داؤد کی نسل سے پیدا ہوا۔" (رومیوں باب ۱ آیت ۳)

ان تمام سندوں سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ کے زمانے کے سب لوگ اور حواری بھی جانتے تھے اور یقین بھی کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ اپنے باپ یوسف کے تخم سے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ بغیر باپ کے۔ متی نے اپنی انجیل میں "یسوع ابن داؤد ابنِ ابراہام کا نسب نامہ" کے زیرِ عنوان لکھا ہے کہ " مریم جس سے یسوع پیدا ہوا اس کا شوہر یوسف یعقوب کا بیٹا تھا۔" اور اس کی نسب حضرت داؤد کے بیٹے حضرت سلیمان سے ملائی ہے۔ مگر لوقا نے اپنی انجیل میں یوسف کو عیسیٰ کا بیٹا قرار

دیا ہے۔ پھر اس کا سلسلہ نسب حضرت داؤد کے بیٹے ناتن سے ملایا ہے۔
اس طرح متی اور لوقا کے بیان میں سے ایک ضرور غلط ہے۔ کیونکہ ایک شخص یوسف
حضرت داؤد کے دو بیٹوں کی اولاد نہیں ہو سکتا۔

جمہور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت اعجازی رنگ میں بن باپ ہوئی۔ اگر ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بن باپ پیدا کرنے میں کیا حکمت تھی، تو اس کے لئے گذارش ہے کہ اس کی حکمت تلاش کرنے کے لیے زیادہ مغز ماری کی ضرورت نہیں۔ قرآن کریم نے خود ہی اسے بیان کر دیا۔ "لِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ" کہ ہم اس کو اپنی قدرتِ کاملہ کی نشانی کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کریں۔ مزید تحقیق کی ضرورت ہو تو قبلہ پیر محمد کرم شاہ صاحب ایم اے الازہر، کی تفسیر ضیاء القرآن جلد سوم کا مطالعہ کریں۔

جائے پیدائش

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش کے بارے میں اختلاف ہے، متی کی انجیل میں بیت الحم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش بتایا ہے اور لوقا میں لکھا ہے کہ یسوع کا شہر ناصرہ تھا جہاں وہ پیدا ہوا اور پرورش پائی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ گلیلی کے علاقہ میں ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس کا نام یہودی کتب میں بیتھلیہم الناصرہ لکھا ہے یہ گاؤں ناصرہ سے سات میل شمال مغرب کی جانب واقع تھا۔ اس گاؤں میں حضرت مریم اور انکی بہن کا آبائی مکان تھا۔ جب حضرت مریم حاملہ ہوئیں تو وہ بیت الحم کے قصبہ سے آکر اس مکان میں اپنی بہن کے پاس آگئیں تاکہ پہلوٹھی کا بچہ جن سکیں (مذاہب عالم ۴۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جوانی کے حالات گوشہ ظلمت میں ہیں بعض مصنفین نے جوانی کے زمانہ کے بعض عجیب وغریب افسانے وضع کیے ہیں جن کی کوئی تاریخی سند نہیں۔ بعض حقیقت پسند مؤرخین کو بھی اس امر کا اعتراف ہے چنانچہ موشیم ایک

بھونچال برشکرِ دجّال

بڑا مسیحی مؤرخ ہے، وہ اپنی کتاب "تاریخِ کلیسا" میں لکھتا ہے "آپ کی بقایا زندگی بالکل نجی حیثیت سے گوشۂ ظلمت میں گزری، حتیٰ کہ آپ کی عمر تیس سال کی ہوگئی" اس کے بعد یہی مؤرخ لکھتا ہے۔

"بہت سے مصنفین نے اپنے تصورات کی دنیا میں مست یا عام لوگوں کی توجہات کو مرکوز کرنے کے لیے ہمارے نبی کی زندگی کے گمنام گوشے کے متعلق عجیب وغریب مضحکہ خیز افسانے وضع کر رکھے ہیں" کتاب مقدس سے صرف یہ علم ہوتا ہے کہ آپ نے والدین، بہن، بھائیوں کا پیٹ پالنے کے لیے بڑھئی کا کام شروع کر دیا تھا

(مذاہبِ عالم ص ۴۴۰)

یسوع ناصری وحشی، شراب خور، بوسہ باز اور طوائف نواز انسان تھا۔

بھونچال کے صفحہ نمبر ۷ پر بھی یسوع ناصری سے متعلق قبلہ حکیم صاحب نے مختصر تعارف کرایا۔

اور کتابچہ کے ٹائیٹل پر بھی ایک شعر رقم فرمایا جو اسی مضمون کی عکاسی کرتا ہے ملاحظہ فرمائیں:۔

ابنِ یوسف مرگیا حق کی قسم ۔ واصل دوزخ ہوا وہ پرستم
تھا بڑا دجّال وہ مُفسد لئیم ۔ نسلِ آدم کا وہ دُشمن تھا رجیم

نصاریٰ کی کتابوں کی رُو سے حضرت عیسٰیؑ مسیح موعود ثابت نہیں ہوتے

اگر کوئی شخص عیسائیوں کی کتابوں میں غور کرے تو اس کے لیئے یہ یقین کرنا ممکن نہیں ہے کہ عیسٰیؑ مسیح موعود ہیں اس بات کو ثابت کرنے کے لیئے ہم چار باتیں تمہید کے طور پر عرض کرتے ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ جس وقت یہویقیم بن یوسیاہ نے وہ صحیفہ جس کو باروح علیہ السلام نے ارمیا علیہ السلام کی زبانی لکھا تھا جلا ڈالا، تو ارمیا علیہ السلام کی جانب یہ وحی آئی:

"اس لیئے شاہ یہواہ یہویقیم کی بابت خداوند یوں فرماتا ہے کہ اس کی نسل میں سے کوئی نہ رہے گا جو داؤد کے تخت پر بیٹھے۔"

جس کی تصریح کتاب یرمیاہ باب ۳۶ میں کی گئی ہے حالانکہ مسیحؑ کے لیئے داؤد کے تخت پر بیٹھنا ضروری ہے جیسا کہ لوقا نے حضرت جبرئیل کی گفتگو نقل کرتے ہوئے ان کا قول نقل کیا ہے کہ "اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اسے دے گا۔"

دوسری بات یہ کہ مسیح علیہ السلام کی آمد ان سے پہلے ایلیاءؑ کے آنے پر مشروط تھی چنانچہ یہودیوں کے عیسٰیؑ کو نہ ماننے کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ ایلیاءؑ نہیں آیا، حالانکہ پہلے اس کا آنا ضروری ہے خود حضرت مسیح بھی تسلیم کرتے ہیں کہ پہلے ایلیاءؑ کی آمد ضروری ہے، مگر وہ کہتے ہیں کہ ایلیاءؑ آچکا ہے لیکن لوگوں نے اس کو نہیں پہچانا اور ایلیاءؑ خود اپنے ایلیاء ہونے کا انکار کرتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ عیسائیوں کے نزدیک معجزات اور خوارق عادات امور کا ظاہر ہونا ایمان کی دلیل ہو سکے، جیسا کہ انجیل متی باب ۲۴ آیت ۲۴ میں حضرت عیسٰیؑ کا قول یوں نقل کیا ہے۔

"کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کر لیں"

اور تھسلنیکے والوں کے نام دوسرے خط کے باب ۲ آیت ۹ میں پولس کا قول دجّال کے حق میں مذکور ہے کہ "جس کی آمد شیطان کی تاثیر کے موافق ہر طرح کی جھوٹی قدرت اور نشانوں اور عجیب کاموں کے ساتھ"

چوتھی بات یہ ہے کہ جو شخص غیر اللہ کی پرستش کا داعی ہو تو توریت کے حکم کے بموجب وہ واجب

القتل ہے، خواہ کتنے ہی بڑے معجزات والا ہو اور خدائی کا دعویدار ہو اس سے بھی زیادہ قبیح ہے اس لیئے کہ وہ بھی غیر اللہ کی دعوت دینے والا ہے کیونکہ یقینی طور پر وہ خود غیر اللہ ہے اور اپنی عبادت کی بھی دعوت دے رہا ہے۔

ان چاروں مقدمات کے معلوم ہونے کے بعد اب ہم کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام انجیل متی کے بیان کردہ نسب کے مطابق یہویقیم کے بیٹے ہیں، اس لیئے وہ پہلے مقدمہ کے بموجب داؤد علیہ السلام کی کرسی پر بیٹھنے کے لائق نہیں ہیں اور ان سے پہلے ایلیاء بھی نہیں آئے جیسا کہ یحییٰؑ کا.. اعتراف ہے کہ میں ایلیاء نہیں ہوں، اس کے خلاف جو بھی بات کہی جائے گی وہ ماننے کے قابل ہرگز نہیں ہوسکتی اور یہ بات عقلاً محال ہے کہ ایلیاء خدا کا پیغمبر اور صاحبِ الہام ہو اور خود اپنے کو نہ پہچانتا ہو اس لیئے دوسرے مقدمہ کی بناء پر عیسیٰ علیہ السلام مسیح موعود نہیں ہوسکتے اور عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق عیسیٰؑ نے خود خدائی کا دعویٰ کیا تھا اسلیئے چوتھے مقدمہ کے مطابق وہ واجب القتل ہوئے۔

اور جو معجزات انجیلوں میں نقل کیئے گئے ہیں اوّل تو مخالفین کے نزدیک صحیح نہیں ہیں اور بالفرض اگر ان کو صحیح مان بھی لیا جائے تو وہ بھی ایمان کی دلیل نہیں ہوسکتے، چہ جائے کہ ان کو دلیلِ نبوّت مانا جائے، لہٰذا یہودی نعوذ باللہ ان کو قتل کرنے میں ذرا بھی قصوروار نہیں قرار دیئے جاسکتے۔

پھر اس مسیح میں جس کے عیسائی معتقد ہیں اور اس مسیح میں جو یہودیوں کے خیال میں مسیح تھا کیا فرق ہوگا اور یہ کیسے پتہ چلے گا کہ پہلا مسیح تو سچا اور دوسرا جھوٹا ہے جب کہ دونوں میں سے ایک اپنی سچائی کا مدعی ہے اور دونوں مسلّمہ طور پر صاحب معجزات ہیں، اس لیئے ایسی کوئی امتیازی علامت ضروری ہے جو مخالفت پر حجت ہوسکے۔

اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس ہلاکت اور خطرہ سے نجات بخشی چنانچہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم خدا کے سچے نبی اور مسیح موعود تھے جو خدائی کے دعویٰ سے قطعاً پاک اور بری تھے اس سلسلے میں عیسائیوں نے ان پر کھلا بہتان رکھا اور تہمت لگائی۔

مسیحی یورپ اور کلیسا کی اخلاقی حالت

عیسائی حضرات کے لیے ۳۰۶ء کا نہایت خوش گوار سال ہے کیونکہ شاہ قسطنطین اوّل روم کا اس سنہ میں بادشاہ بنا۔ اس نے مذہب عیسائی قبول کر کے اس کو سرکاری مذہب قرار دیا اس طرح دنیادی اور مذہبی امور یک جا ہو گئے اور حکومت روما مقدس بن گئی۔ اس زمانہ میں کلیسا کا انتظام پانچ بڑے پادریوں کے زیرِ نگرانی بہت سے ماتحت پادری سرانجام دیتے تھے۔ اور وہاں کا مذہبی پیشوا "پوپ" یا "پاپا" کہلاتا تھا۔ یہ یونانی لفظ ہے جن کے معنی باپ کے ہیں۔ لاطینی زبان میں اسے پوپ کہتے ہیں۔ اس دور میں پوپ کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ وہ خدا کا نائب اور عیسیٰؑ کا قائم مقام ہے اس کا نہ کوئی فیصلہ غلط ہو سکتا ہے اور نہ اس کے کسی حکم پر تنقید کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کو یہ اختیار تھا کہ وہ گناہ گاروں کے گناہ معاف کر سکتا ہے، چنانچہ اس عقیدے نے آہستہ آہستہ معافی ناموں کی صورت اختیار کر لی۔ اور یہ معافی نامے شہر شہر قریہ قریہ فروخت ہونے شروع ہو گئے۔ ہر گناہ کے لیے معافی نامہ الگ الگ قیمت کا ملتا تھا۔

مُعافی نامہ کی عبارت اور تفصیل

"تم پر خداوند یسوع مسیح کی رحمت ہو اور وہ تمہیں اپنے مقدس ترحم (خسروانہ) سے (تمام گناہوں کی پاداشں سے) آزاد کر دے۔ میں اس کی اور اس کے بابرکت شاگرد پطرس، پولوس اور مقدس پوپ کی اس سند کی رُو سے جو انھوں نے مجھے عطا فرمائی ہے تمہیں آزاد کرتا ہوں۔ الخ

مختلف گناہوں کی مختلف قیمتیں تھیں جو درج ذیل ہیں

۱۔ اسقاط حمل	۳ شلنگ ۶ پنس
۲۔ چوری	۹ شلنگ
۳۔ عفیفہ کی عصمت دری	۹ شلنگ
۴۔ زنا کی بھیانک صورتوں میں	۷ شلنگ ۶ پنس
۵۔ قتل	۷ شلنگ ۶ پنس

جب معافی ناموں کی عام تجارت شروع ہو گئی تو تمام مسیحی یورپ اور کلیسا خاص طور پر گناہوں اور جرائم کی دلدل میں پھنس گیا۔ اس عہد کے ایک مصنف کے حوالہ سے جناب چوہدری غلام رسول صاحب ایم۔ اے اپنی کتاب صفحہ ۲۲ ۵ پر لکھتے ہیں کہ "اس قوم کے امرا پیٹو اور عیاش تھے اور کبھی گرجا نہیں جاتے تھے۔ نماز فجر اور صلاۃ اقدس کے ادا کرنے کا انہوں نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ پادری جسے چاپلوسی نے ان کی نگاہوں سے گرا رکھا تھا ان کی خواب گاہ میں جا کر بیدار ہونے سے قبل جلد جلد نماز کے الفاظ دہرا جاتا تھا اور ان کے کانوں میں ایک لفظ بھی نہ پڑتا تھا۔ عام باشندے ان طاقتور امرا کے پنجۂ ظلم میں پھنسے ہوئے تھے۔ ان کی لڑکیوں کو بیچ ڈالا جاتا تھا دن رات شراب کے دَور چلتے تھے اور جو برائیاں بدمستی کی رفیق ہیں وہ ظاہر ہو کر مردوں کو نامرد بنا تی جاتی تھیں۔" (مقدمۃ العلم والعلماء صفحہ ۱۴، ۱۵ بحوالہ مذاہبِ عالم صفحہ ۵۲۲)۔ مزید آگے لکھتے ہیں۔

"زنا کاری اور بدکاری کی وجہ سے یورپ میں آتشک کی بیماری عام تھی ڈریپر کے الفاظ میں خود پاپائے مقدس حضرت لیو دہم بھی تو تا پال بیٹھے اور نیم کی ٹہنی ہلاتے ہوئے بلائے گئے" (مذاہبِ عالم ۵۲۲) معلوم ہوا کہ یہ خرابیاں صرف عوام میں ہی نہ تھیں بلکہ کلیسا کی فضا گناہوں کی غلاظت سے اور بھی زیادہ متعفن ہو چکی تھی۔

جس عہد میں کلیسا سیاسی طور پر صاحب اقتدار رہا وہی عہد سب سے زیادہ بدمعاشیوں کے لیے بدنام رہا۔ یونیورسل چرچ کے اقتدار کا زمانہ درحقیقت بے مثال جرائم بدنظمی، ظلم و فسادات اور بدکاریوں کا زمانہ تھا۔

طوالت کے اندیشہ سے اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔ اگر مزید تحقیق مطلوب ہو تو "مذاہب عالم" اور "بائبل سے قرآن تک" کا مطالعہ کریں۔

قارئین کرامی! آپ پوپ اور کلیسا کے حالات تو جان چکے ہیں۔ اب عقیدہ کفارہ سے متعلق گفتگو کرتے ہیں جو دلچسپ اور معلوماتی بھی ہے جس کا مختصر جائزہ آپ کی نذر ہے۔

کفارہ کی وضاحت

کفّارہ مذہب عیسائیت کی عمارت کا بنیادی پتھر ہے۔ اس کے لفظی معنی ڈھانکنے اور چھپانے کے ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں "عقیدہ کفارہ" کی مختصر تشریح ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے:

"عیسائی علم عقائد میں "کفارہ" سے مراد یسوع مسیح کی وہ قربانی ہے جس کے ذریعہ ایک گناہ گار انسان یک لخت خدا کی رحمت کے قریب ہو جاتا ہے، اس عقیدے کی پشت پر دو مفروضے کار فرما ہیں ایک تو یہ کہ آدم علیہ السلام کے گناہ کی وجہ سے انسان خدا کی رحمت سے دور ہو گیا تھا، دوسرے یہ کہ خدا کی صفت کلام (بیٹا) اس لیے انسانی جسم میں آئی تھی کہ وہ انسان کو دوبارہ خدا کی رحمت سے قریب کر دے۔" (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا صفحہ ۶۵۱ جلد ۲، اظہار الحق (مقدمہ صفحہ ۲۷، از جناب مفتی محمد تقی صاحب عثمانی کراچی)

چنانچہ یسوع مسیح نے صلیب پر اپنی جان دے کر تمام بنی آدم کے گناہوں کو چھپالیا اور ان کے لیے نجات کا موجب بن گئے۔ اس سلسلہ میں چند عبارات کتاب مقدس سے نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ کرنتھیوں میں ہے کہ "مسیح کتاب مقدس کے بموجب ہمارے گناہوں کے لیے مرا اور دفن ہوا اور تیسرے دن کتاب مقدس کے موجب جی اُٹھا۔" (باب ۱۵، آیات ۳، ۴)

گلتیوں میں ہے کہ "مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے بچایا، کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔" (باب ۳، آیت ۱۳)

انجیل یوحنا میں ہے کہ "پلاطوس نے یسوع کو ان کے حوالے کیا کہ مصلوب کیا جائے . . (یسوع) اپنی صلیب آپ اُٹھائے ہوئے اس جگہ تک باہر گیا . . . . وہاں انھوں نے یسوع اور اس کے ساتھ دو شخصوں کو مصلوب کیا۔" باب ۱۹، آیت ۱۶ تا ۱۸)

انجیل مرقس میں ہے کہ "اور انھوں نے اسے (یسوع کو) مصلوب کیا . . .

اور انھوں نے اس کے ساتھ دو ڈاکو ایک اس کی داہنی طرف اور ایک اس کی بائیں طرف مصلوب کئے تب اس مضمون کا وہ نوشتہ کہ وہ بدکاروں میں گنا گیا پورا ہوا اور راہ چلنے والے سر ہلا ہلا کر اس پر لعن طعن کرتے اور کہتے تھے کہ واہ مقدس کے ڈھانے والے اور تین دن میں بنانے والے صلیب پر سے اُتر کر اپنے تئیں بچا . . ٹھٹھے سے کہتے تھے اس نے اوروں کو بچایا۔ اپنے تئیں نہیں بچا سکتا اسرائیل کا بادشاہ مسیح اب صلیب پر سے اُتر آئے تاکہ ہم دیکھ کر ایمان لائیں اور جو اس کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے وہ اس پر لعن طعن کرتے تھے۔" (باب ۱۵، آیت ۲۴ تا ۳۲)

یہ ہیں وہ عبارات جن سے عقیدہ کفارہ ثابت کیا جاتا ہے۔ جمہور مسلمان علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ کو صلیب دیئے جانے سے قبل اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اُٹھا لیا جس کی وضاحت قرآن پاک نے سورۃ نساء میں فرمائی ہے درج بالا حوالہ جات کی عبارات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہیں ۔

قارئین گرامی!

اب آپ کے وہ چند ارشادات لکھے جاتے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ نجات کا دارومدار اطاعتِ خدا اور اطاعتِ رسولؑ اور اچھے اعمال پر ہے ۔

ارشاد نمبر ۱ :- انجیل متی میں ہے ۔" اے ریاکار و فقیہو اور فریسیو . . . تم نبیوں کے قاتلوں کے فرزند ہو . . . اے سانپو : اے افعی کے بچو ، تم جہنم کی سزا سے کیونکر بچو گے ؟ (باب ۲۳ ۔ آیت ۲۹ تا ۳۳)

ارشاد نمبر ۲ :- " جو مجھ سے اے خداوند اے خداوند کہتے ہیں ان میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہی میں داخل نہ ہو گا مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے ۔ اس وقت میں اُن سے صاف کہوں گا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی ۔ اے بدکارو میرے پاس سے چلے جاؤ پس جو کوئی میری یہ باتیں سُنتا اور ان پر عمل کرتا ہے وہ اس عقلمند آدمی کی مانند ٹھہرے گا . . . اور جو کوئی میری کوئی یہ باتیں سُنتا ہے اور ان پر عمل نہیں کرتا وہ اس بے وقوف آدمی کی مانند ٹھہرے گا ۔" (متی ۔ باب ۷ ۔ آیت ۲۱ تا ۲۶)

ارشاد نمبر ۳ :- " فرشتے بدکاروں کو اس کی بادشاہی میں سے جمع کریں گے اور ان کو آگ کی بھٹی میں ڈال دیں گے وہاں رونا اور دانت پیسنا ہو گا اس وقت راستباز اپنے باپ کی بادشاہی میں آفتاب کی مانند چمکیں گے ۔ جس کے کان ہوں وہ سُن لے ۔"

(متی باب ۱۳ آیت ۴۱ تا ۴۳)

ارشاد نمبر ۴ :۔"اے سانپ کے بچو تم برے ہو کر کیونکر اچھی باتیں کہہ سکتے ہو ؟ کیونکہ جو دل میں بھرا ہے وہی منہ پر آتا ہے۔ . .اور میں تم سے کہتا ہوں کہ جو نکمی بات لوگ کہیں گے عدالت کے دن اس کا حساب دیں گے کیونکہ تو اپنی باتوں کے سبب سے راست باز ٹھہرایا جائے گا اور اپنی باتوں کے سبب سے قصوروار ٹھہرایا جائے گا۔" (متی باب ۱۲ آیت ۳۴ تا ۳۷) آپ کے ارشادات سے ثابت ہوا کہ نجات کا ذریعہ کفارہ نہیں بلکہ ایمان اور احکام الٰہی کی پیروی اور گناہوں سے اجتناب پر ہے۔

سوال :۔کیا یسوع مسیح کے سوا کوئی بے گناہ تھا؟

عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح علیہ السلام کے علاوہ تمام انسان گناہگار ہیں لیکن بائبل کی رو سے غلط ہے۔ بائبل میں بے شمار ایسے آدمیوں کا ذکر موجود ہے جو راست باز، مقدس اور نیک تھے۔

اوّل :۔ ہابیل حضرت آدم علیہ السلام کا فرزند تھا، انجیل کی رو سے جو راست باز اور صدیق تھا۔

"تاکہ سب راستبازوں کا خون جو زمین پر بہایا گیا تم پر آئے راست باز ہابیل کے خون سے لے کر برگیاہ کے بیٹے ذکریا کے خون تک جسے تم نے مقدس اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا۔" (متی باب ۲۳ آیت ۳۵)

"ایمان ہی سے ہابیل نے قائن سے افضل قربانی خدا کے لیے گزاری اور اس کے سبب سے اس کے راست باز ہونے کی گواہی دی گئی۔کیوں کہ خدا نے اس کی نذروں کی بابت گواہی دی۔" (عبرانیوں باب ۱۱، آیت ۴)

دوم :۔ یوحنا بھی انجیل کی رو سے نیک تھے۔

"وہ خداوند کے حضور میں بزرگ ہوگا اور ہرگز نہ مے نہ کوئی اور شراب پیئے گا اور اپنی ماں کے بطن ہی سے رُوح القدس سے بھر جائے گا۔" (لوقا باب ۱ آیت ۱۵)

"خداوند کا ہاتھ اس پر تھا۔" (لوقا باب ۱ آیت ۶۶) لوقا میں مزید لکھا ہے :۔

"اور وہ لڑکا بڑھتا اور روح القدس میں قوت پاتا گیا اور اسرائیل پر ظاہر

ہونے کے دن تک جنگلوں میں رہا۔" (باب ۱ آیت ۸۰)

"یوحنا آیا اور بیابان میں بپتسمہ دیتا اور گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کے بپتسمہ کی منادی کرتا تھا۔" (مرقس باب ۱ آیت ۴) مزید مرقس میں ہے کہ "ہیرودیس یوحنا کو راست باز اور مقدس آدمی جان کر اس سے ڈرتا اور بچائے رکھتا تھا۔" (باب ۶ آیت ۲۰)

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ ہابیل اور یوحنا دونوں نیک و برگزیدہ اور معصوم انسان تھے اور بائبل کے بیان سے یہ واضح ہو گیا کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی نیک نہیں اور ہر شخص فطری طور پر گناہ گار ہے غلط ہے، اس طرح کفارہ کی عمارت کا ایک ستون گر جاتا ہے۔

کفارہ کی عمارت کا دوسرا استون

عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے گناہگار انسانوں کے گناہوں کا بوجھ اپنے کندھوں پہ لے کر صلیب پر جان دے دی تاکہ صلیب پر ایمان لانے والے نجات پا جائیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا بائبل کی رُو سے ایک کے بوجھ کو دوسرا اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں چند حوالے درج ذیل ہیں

کتاب استثناء میں ہے: "بیٹوں کے بدلے باپ مارے نہ جائیں نہ باپ کے بدلے بیٹے مارے جائیں، ہر ایک اپنے ہی گناہ کے سبب سے مارا جائے۔" (باب ۲۴ آیت ۱۶)۔ کتاب ۲۔ تواریخ میں ہے کہ "موسیٰ کی کتاب توریت میں لکھا ہے" جیسا خداوند نے فرمایا کہ بیٹوں کے بدلے باپ دادا نہ مارے جائیں اور نہ باپ دادا کے بدلے بیٹے مارے جائیں۔" (باب ۲۵ آیت ۴)

حزقی ایل میں ہے کہ "دیکھ سب جانیں میری ہیں جیسی باپ کی جان ویسی ہی بیٹے کی جان بھی میری ہے، جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی۔" (باب ۱۸ آیت ۲۰ تا ۲۲)

یرمیاہ میں ہے کہ "ان ایام میں پھر یوں نہ کہیں گے کہ باپ دادا نے کچے انگور کھائے اور اولاد کے دانت کھٹے ہو گئے کیونکہ ہر ایک اپنی ہی بدکرداری کے سبب سے مرے گا ہر ایک جو کچے انگور کھاتا ہے اس کے دانت کھٹے ہوں گے۔"

(باب ۳۱ آیت ۲۹ تا ۳۰)

حزقی ایل میں ہے کہ "جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ، صادق کی صداقت اسی کے لیے ہو گی اور شریر کی شرارت شریر کے لیے، لیکن اگر شریر اپنے تمام گناہوں سے جو اس نے کئے ہیں باز آئے اور میرے سب آئین پر چل کر جو جائز اور روا ہے کرے، تو وہ یقیناً زندہ رہے گا وہ نہ مرے گا وہ سب گناہ جو اس نے کئے ہیں اس کے خلاف محسوب نہ ہوں گے۔" (باب ۱۸ آیت ۲۰ تا ۲۲)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ کوئی بھی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا ہر آدمی اپنے ہی گناہوں کا ذمہ دار ہے۔ اس طرح کفارہ کی عمارت کا دوسرا ستون بھی خاک میں مل جاتا ہے۔

کفارہ کی عمارت کا تیسرا ستون

صلیب پرستوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آدم نے جو گناہ کیا تھا اس کا اثر وراثتاً اور نسلاً ہر انسان میں چلا آرہا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ اثر نطفہ کے ذریعہ نسلِ انسانی میں منتقل ہو رہا ہے اور مسیح اسی لیے بن باپ پیدا کئے گئے تھے تاکہ اس کو گناہ کے اثر سے محفوظ رکھا جائے۔

شجرِ ممنوعہ کے کھانے میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّا دونوں شریک تھے، بلکہ حضرت حوّا کا گناہ زیادہ ہے کیونکہ انہوں نے پہلے خود کھایا اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کو کھانے کی ترغیب دی

بائبل کی رو سے "کتاب پیدائش" میں ہے اور عورت

نے جو دیکھا کہ وہ درخت کھانے کے لیے اچھا اور آنکھوں کو خوش نما معلوم ہوتا ہے اور عقل بخشنے کے لیے خوب ہے تو اس کے پھل میں سے لیا اور کھایا اور اپنے شوہر کو بھی دیا اور اس نے کھایا۔" (باب ۳ آیت ۶)

پولوس کہتا ہے "اور آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی۔" (۱ تیمتھیس باب ۲۔ آیت ۱۴)

بائبل کے رُو سے گناہ ارتکاب اوّل منبع عورت کی ذات ہے تو حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش عورت کے پیٹ سے ہوئی جو گناہ کا اصل منبع تھا۔ اگر عیسائیت کے انوکھے فلسفہ کی رو سے بنی نوع انسان نطفہ کے اثر کی وجہ سے گناہگار بن سکتی ہے تو عورت کے پیٹ سے جنم لینے سے حضرت مسیحؑ گناہ کے اثرات سے کیونکر بری ہو سکتے ہیں؟ اس طرح کفارہ کی عمارت کا تیسرا ستون گر جاتا ہے۔

کفارہ کی عمارت کا چوتھا ستون

عیسائیوں کا یہ استدلال ہے کہ انسان نے گناہ کیا۔ خدا کا عدل گناہ کی سزا کا متقاضی ہے اور خدا کا رحم نجات کا متقاضی ہے ہر دو تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے اکلوتے بیٹے یسوع کو دنیا میں بھیجکر خدا کے رحم سے مستفیض کیا اور اس نے اپنی جان صلیب پر دے کر عدل کے تقاضے کو پورا کیا اور بنی آدم کے لیے بخشش کا موجب ٹھہرا۔

جناب چودھری غلام رسول صاحب ایم اے اپنی کتاب مذاہبِ عالم کے صفحہ ۵۰۴ پر لکھتے ہیں کہ عیسائیوں کا یہ استدلال کہ اللہ تعالیٰ کا رحم بلا بدل نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ کی صفات کی ناسمجھی کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ کی ایک صفت رحمان ہے جس کا ظہور انسانوں کے اعمال اور محنت کے نتیجہ میں نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ انسان کی پیدائش سے قبل ہی اس کی زندگی کے سامان دنیا میں موجود تھے۔ کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ یہ سامان اس کے کسی عمل کے نتیجہ میں پیدا ہوئے ہیں، جب خدا کی ذات

بھونچال برشکر دیجال

پیدائش سے قبل رحم بلا بدل کر سکتی ہے تو وہ موت کے بعد انسانوں پر رحم بلا بدل کیوں نہیں کر سکتی ہ، اللہ تعالیٰ کا رحم جو رحمانیت نے ظاہر کیا عدل کی زنجیروں میں جکڑا ہوا نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ اپنی صفت رحمانیت کے تحت عدل کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے بھی بلا بدل بنی آدم کو بخش سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کفارہ کے چوتھے ستون کو بھی خاک میں ملا دیتی ہے۔

قارئین گرامی!

یہ تھی کفارہ کی حقیقت جس کی وضاحت مختصر انداز میں آپ کی خدمت میں پیش کی گئی یقیناً یہ گفتگو آپ کے لیے دلچسپی کا باعث بنے گی انشاء اللہ العزیز۔

چنانچہ اپنا (اُلّو سیدھا) کرنے کے لیے تواریخِ عالم سے آنکھیں بند کر کے اور دین و دانش کو دھکے دیتے ہوئے انھوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی نہیں ہوئی بلکہ حضرت سحاق یا اضحاق علیہ السلام ہوئے تھے اور یسوع چونکہ اضحاق کا آخری سپوت تھا اس لیے اس کا صلیب پر مرنا گویا تمام عیسائیوں کے لیے کفارہ ہونا تھا۔ سر سید احمد خان مرحوم نے اپنی کتاب خطباتِ احمدیہ میں یسوعی حفوات کی غلط فہمیوں کا ازالہ کرتے ہوئے حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو بہت اچھی طرح ثابت کیا ہے۔

(حضرت قبلہ حکیم صاحب مرحوم مغفور)

اس مسئلہ کو دلائل کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی ہوئی ہے یا حضرت اسحاق علیہ السلام کی۔ ہمارے لیے دونوں حضرات محترم اور مکرّم ہیں ہم دونوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ نیز حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس و اطہر خود اتنی خوبیوں اور کمالاتِ ذاتیہ سے متصف ہیں کہ حضرت اسماعیل اگر اس شرف سے مشرف نہ ہوں تب بھی رحمتِ دوعالم کی عظمتِ شان میں ذرہ برابر کوئی کمی نہیں ہوتی اس لیے ہمیں یہودیوں کی طرح کوئی تعصب نہیں ہے کہ ہم خواہ مخواہ ایک بزرگ کا کمال اس سے چھین کر دوسرے بزرگوں کو دینے پر اصرار کریں۔ لیکن دلائل، تاریخی حالات اور شواہد جس بات کو ثابت کریں، اس کو نہ ماننا اور اس کے برعکس کسی اور خیال کو اپنے دل میں جما لینا بھی قطعاً جائز نہیں اس لیے ازراہِ تعصب نہیں بلکہ تحقیق حق کے لیے ہمیں دلائل کا موازنہ کرنا چاہیئے، یہودی اس امر کے مدعی ہیں کہ یہ فرزند حضرت اسحاق تھے۔ چنانچہ کتاب پیدائش باب ۲۲ میں حضرت اسحاقؑ کی قربانی کا تذکرہ موجود ہے لیکن اس باب میں کئی جگہ کئی مرتبہ یہ تصریح بھی ہے کہ جس بیٹے کو قربانی کے لیے آپ لے گئے تھے وہ اکلوتا بیٹا تھا۔ کیا یہودی یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ حضرت اسحاق اکلوتے بیٹے تھے؟ بلکہ کتاب پیدائش باب ۲۱ میں یہ صراحتاً مذکور ہے کہ حضرت اسحاق سے پہلے حضرت ہاجرہ کے بطن سے آپ کا ایک فرزند تولد ہوا تھا (ملاحظہ ہو آیت ۹/۸) اور وہ لڑکا (اسحاق) بڑھا اور اس کا دودھ چھڑایا گیا اور اسحاق کے دودھ چھڑانے کے دن ابراہام نے بڑی ضیافت کی اور سارہ نے دیکھا کہ ہاجرہ کا بیٹا جو اس کے ابراہام سے ہوا تھا ٹھٹھے مارتا تھا۔"

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسحاق کے دودھ چھڑاتے وقت حضرت اسماعیل کی عمر کافی بڑی تھی۔ جب حضرت اسماعیل پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر ۸۶ سال تھی اور اس وقت حضرت سارہ کے بطن سے اسحاق پیدا ہوئے

تھے اس وقت آپ کی عمر سو سال تھی۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ حضرت اسحاق کی ولادت کے وقت حضرت اسماعیل اپنے چودھویں، پندرہویں سال میں تھے اور تیرہ سال کی عمر میں جب ان کو قربانی دینے کے لیے حضرت ابراہیم لے گئے تھے اس وقت آپ کے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل تھے نہ کہ حضرت اسحاق۔ اب قرآن کریم کی طرف آئیے۔ کہ حضرت ابراہیم ولد صالح کے لیے دُعا مانگتے ہیں دُعا قبول ہوتی ہے بچہ جوان ہوتا ہے اس کو قربان کرنے کا خواب میں اشارہ ہوتا ہے جب آپ حکمِ الٰہی کی تعمیل کر چکتے ہیں۔ " اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ہ" کا مژدہ انہیں سنایا جاتا ہے۔ تو اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے " وَبَشَّرْنٰہُ بِاِسْحٰقَ ہ" کہ ہم نے حضرت ابراہیم کو اسحاق کی ولادت کی خوش خبری دی اور اگلی آیت میں ہے " وَبٰرَکْنَا عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اِسْحٰقَ ہ" اس سے بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ عَلَیْہِ، کی ضمیر اس فرزند کی طرف عود کرتی ہے جو ذبیح تھا اور اسحاق کو معطوف ذکر کر کے ان کی مغائرت کی تصریح کر دی۔ نیز جب اسحاق کی ولادت کا مژدہ سُنایا جاتا ہے تو ساتھ ہی ان کے بیٹے حضرت یعقوب کی بشارت دی جاتی ہے " فَبَشَّرْنٰھَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ہ" اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسحاق صاحبِ اولاد ہوں گے اور ان کے فرزند کا نام یعقوب ہوگا۔ ذرا غور فرمائیے ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مژدہ ملتا ہے کہ اسحاق اور اس کے بیٹے یعقوب ہوں گے اور دوسری طرف انہیں جوان ہونے سے پہلے قربان ہونے کا حکم ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام میں یہ تضاد متصور نہیں۔ بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت اسحاق کو قربانی دینے کے لیے آپ اس وقت لے گئے جب حضرت یعقوب تولد ہو گئے۔ یہ جواب قطعاً قابلِ تسلیم نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ہے " فَلَمَّا بَلَغَ مَعَہُ السَّعْیَ ہ" اس کے علاوہ یہ امر بھی غور طلب ہے کہ وہ دُنبہ جو آپ کے فدیہ کے طور پر ذبح کیا

گیا اس کے بینگ خانہ کعبہ میں آویزاں تھے اور حضرت ابراہیم نے جس میدان میں اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی کوشش کی وہ منیٰ کا میدان ہے اور یہ مکہ میں ہے یہ تاریخی واقعہ عرب میں ساڑھے چار ہزار سال سے معروف و مشہور رہا اور تاریخ میں کوئی ایسی شہادت نہیں جس سے پتہ چلے کہ حضرت اسحاق مکہ میں تشریف لائے ہوں مکہ آنے والے حضرت اسماعیل ہیں اور وہی ذبیح ہیں۔ دلائل اسی بات کی تائید کرتے ہیں۔
(تفسیر ضیاء القرآن جلد چار صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴ مزید تحقیق کے لیے تفسیر ابن کثیر ملاحظہ ہو۔)

یورپی حضرات نے علم دشمن واقع ہونے کے باعث "اسکندریہ" کے بہترین اور مفید ترین کتب خانہ کو آگ خود لگائی اور الزام برادرانِ اسلام کے سر۔ واہ چہ خوش

ع این کار از تو آید و مردان چنیں کنند

چنانچہ پادریوں کے اس الزام کا جواب مولانا شبلی (مرحوم) نے خوب دیا ہے اور مرحوم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسکندریہ کے کتب خانہ کو آگ لگانے والے یہی پادری تھے۔ نہ کہ فاتح روم و عجم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(حضرت قبلہ حکیم صاحب (مرحوم)

پوپ نے اپنے غیر طبعی نظام کلیسا کو چلانے کے لیے علم کے چراغ

کو نہ چلنے دیا۔ محترم جناب چودھری غلام رسول ایم اے اپنی کتاب "مذاہبِ عالم صفحہ نمبر ۵۲۰، ۵۲۱ پر رقم طراز ہیں کہ علم کی روشنی کو بجھانے کے لیے پوپ نے ۱۴۷۸ء میں مجالسِ تفتیش و احتساب قائم کر دیں۔ ان مجالس کا یہ کام تھا کہ جس شخص پر شبہ ہو کہ اس کا دِل علم کی روشنی سے منور ہے اور دین کے بارے میں اپنی عقل سے کام لیتا ہے اسے فوراً گرفتار کر لیا جاتا تھا اور اس کو جرمانے سے لے کر زندہ جلا دینے کی سزائیں دی جاتی تھیں۔ اس محکمہ نے ۱۴۸۱ء سے ۱۸۰۸ء تک تین لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کو مختلف نوع کی سزائیں دی تھیں۔ ان میں سے بتیس ہزار انسان ایسے تھے جنہیں زندہ جلا دیا گیا تھا۔ اسپین کے محکمہ تفتیش و احتساب نے جب اپنی پہلی سالگرہ منائی تو بڑے طمطراق سے یہ اعلان کیا کہ بارہ مہینے میں دو ہزار آدمیوں کو نذرِ آتش کیا گیا ہے اور سترہ ہزار کو بھاری جرمانے اور حبس دوام کی سزائیں دی گئی ہیں۔
پادری تارکوؤ میڈا، کیسٹیل اور لیان کا صدر محتسب تھا۔ اس شخص نے اٹھارہ برس کے اندر دس ہزار دو سو بیس آدمیوں کو زندہ جلا دیا اور ستانوے ہزار تین سو اکیس انسانوں کو دوسری المناک سزائیں دیں۔ اس درندہ صفت انسان نے صرف زندہ انسانوں کو ہی سزائیں نہ دیں بلکہ اس نے چھ ہزار آٹھ سو ساٹھ قدیم علماء و حکماء کی مورتیں بنوائیں اور انہیں نذرِ آتش کر کے اپنے آتشِ غضب کو ٹھنڈا کیا۔ کلیسا کے ان مظالم اور دردناک سزاؤں کے باوجود علم کی روشنی پھیلتی چلی گئی آخر پوپ نے اس روشنی کو گل کرنے کے لیے ایک اور طریقہ اختیار کیا۔ وہ یہ کہ اس نے ۱۵۱۵ء میں حکم دے دیا کہ کلیسا کی منظوری کے بغیر کوئی کتاب چھاپی نہیں جا سکتی جو شخص بھی کوئی ایسی کتاب چھاپے گا بیچے گا یا پڑھے گا اسکو سزائے موت دی جائے گی۔ سترھویں صدی کے آغاز میں فلورنس کے مشہور عالم گلیلیو نے دوربین ایجاد کی اور زمین کے گول ہونے کا اعلان کر دیا۔ اسکو پوپ کی طرف سے فوراً گرفتار

کر لینے کا حکم صادر ہوا ۔ آخر کار وہ ڈر گیا اور اس نے اپنے "کفر" سے توبہ کر لی اور گوشۂ عافیت میں جا بیٹھا لیکن گوشۂ عافیت میں بھی اس کا دل مضطرب اور طبعیت پریشان رہتی تھی آخر کار پریشانی اور اضطراب کا علاج سولہ برس کی خاموشی کے بعد اپنی کتاب "نظامِ عالم" کی اشاعت میں پایا ۔ اس کتاب میں زمین کے گول ہونے کے دلائل دیئے گئے ہیں گلیلیو کی اس گستاخی پر اس کو گرفتار کر لیا گیا ۔ دردناک سزاؤں کی دھمکی دی گئی لیکن اس دفعہ علم کا وہ خمور آور نشہ تھا جو کوئی سنگین سزا کی دھمکی بھی نہ اتار سکی ۔ آخر کار وہ قید خانہ میں سِسک سِسک کر مر گیا ، اور کلیسا نے اس کی لاش مسیحی قبرستان میں دفن نہ ہونے دی ۔

اٹلی کے ایک مشہور عالم برونو کو اس جُرم میں پکڑا گیا کہ وہ تعدادِ عوالم کا قائل ہے ۔ عدالتِ احتساب نے اس کے متعلق یہ حکم صادر کیا کہ اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے ۔ جب برونو نے یہ حکم سُنا تو اس نے عدالت کو ان الفاظ میں مخاطب کیا "یقین کرو تمہارا حکم سُن کر میرے دل پر اس خوف کا عشرِ عشیر بھی طاری نہیں ہوا جو خود تمہارے دلوں میں اسے صادر کرتے وقت پیدا ہوا ہوگا" آخر کار اس کو ۱۶ فروری ۱۶۰۰ء میں نذرِ آتش کر دیا گیا ۔

قارئین گرامی!

یہ تھی علم دشمنی جس کا حال آپ پڑھ چکے ہیں ۔ یہ ایسا تاریک دور تھا کہ جس میں کسی صاحبِ علم کو برداشت نہیں کیا جاتا تھا ۔ ایسے تاریک دور میں مذہبی کتب خانے کیسے برداشت کئے جا سکتے تھے ۔ اس دور کا حال جان کر صاحبِ علم کی آنکھیں شرم و حیا سے جھک جاتی ہیں ۔

قارئین گرامی!

عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ یسوع مسیح ازلی ہے ، اب دیکھتے

ہیں کہ یہ عقیدہ کہاں تک درست ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت سے قبل بھونچال کا
متن اچھی طرح ذہن نشیں کر لیں تاکہ یہ مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو۔



یسوعیوں کی مندرجہ بالا گپوں کے علاوہ حسبِ ذیل گپ بہت دلچسپ اور قابلِ بحث معلوم ہوتی ہے یعنی کہ ہمارا خدا وند یسوع مسیح ازلی ہے۔

قدیم اور حادث

ہم فرزندانِ اسلام کا تو یہ عقیدہ ہے کہ واجب الوجود یعنی ذات باری تعالیٰ ہی ازلی اور ابدی ہے. باقی تمام اجسامِ عالم محدث ہیں اور جو چیز محدث ہوتی ہے اس کے لیے پیدا کرنے والے کا ہونا لازمی اور ضروری ہے اس لیے کہ اگر اجسامِ عالم ازلی ہوتے تو ازل میں ہی حاصل ہوتے۔ اور معین احاطہ میں محدود ہوتے کیونکہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جسم جب تک جسم ہے کسی احاطہ میں محدود نہ ہو اور جب جسم ازل میں موجود ہو تو اس میں کوئی کلام نہیں کہ وہ ازل میں کسی احاطہ میں حاصل ہو اور وہ ضرور معین ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جو موجود ہوتا ہے وہ موجود فی نفسہٖ معین ہوتا ہے کیونکہ

اگر کوئی حیّز یعنی احاطہ نفس الامر میں موجود ہو اور نفس الامر ہی میں غیر معین تو یہ محال عقلی ہے پس اس بحث سے ثابت یہ ہوا کہ اگر جسم ازلی ہو تو اس کا حصول حیّز معین میں

ازلی ہوتا ہے مگر یہ محال ہے اس لیے کہ جو ازلی ہوتا ہے اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ فاعل مختار کا فعل ہو۔ وجہ یہ ہے کہ ازلی اسے کہا جا سکتا ہے کہ جو مسبوق بغیر نہ ہو اور فاعل مختار کا فعل وہ ہوتا ہے جو مستغرق بغیر ہو۔ اور ان دونوں قضیوں کا جمع کرنا محال ہے اور جب یہ باطل ہے تو ضرور ہے کہ جو ازلی ہوگا وہ یا واجب الوجود لِذاتہٖ ہوگا یا اس چیز کا معلول ہو گا جو واجب الوجود لِذاتہٖ ہے اور ان دونوں صورتوں میں عدم اس پر محال ہے تو مطلب یہ کہ جو چیز ازلی ہوتی ہے وہ زائل نہیں ہوتی۔ پس اگر اس کا حصول معین احاطہ میں ازلی ہوتا تو زوال پذیر نہ ہونا تو چاہیئے تھا کہ کوئی جسم متحرک نہ ہوتا۔ اور جب یہ باطل ہے تو اس سے معلوم یہ ہوا کہ جسم کا حصول حیّز ازل میں نہیں ہوتا اور جب اس کا حصول حیّز ازلی میں نہیں تو وجود فی نفسہٖ بھی ازلی نہیں۔ تو اب ثابت یہ ہوا کہ بجز خداوند تعالیٰ کوئی اور دوسرا ازلی اور ابدی خدا نہیں ہو سکتا! اور نہ ہی کوئی ازلی کہلانے کا مستحق ہے مگر عیسائیوں کا یہ لچر اور پوچ عقیدہ کہ ہمارا خداوند یسوع مسیح بھی ازلی تھا ہماری دانست میں کسی معقولیت اور حقانیت پر مبنی و مشتمل نہیں۔

(حکیم صاحب قبلہ مرحوم)

بھونچال بر لشکرِ دجّال

یہی تعلیمات حضرت مسیح علیہ السلام کی ہے اس کے متعلق آپ کے چند ارشادات درج ذیل ہیں ملاحظہ فرمائیں۔



توحید کی تعلیم

حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے متعلق فرماتے ہیں کہ واحد و یگانہ ہستی ہے جس کی عبادت کرنا فرض ہے۔

ارشاد نمبر ۱: "پھر ابلیس (یسوع کو) ایک بہت اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دُنیا کی سب سلطنتیں اور ان کی شان و شوکت اسے دکھائی اور اس سے کہا اگر تو جھک کر مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دے دوں گا۔ یسوع نے اس سے کہا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر"

(متی باب ۴ آیت ۸ تا ۱۰)

انجیل کی یہ آیت بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں اور وہی معبودِ حقیقی ہے اس کے سامنے سر جھکانا چاہیئے۔

ارشاد نمبر ۲: "ایک فقیہہ نے یسوع سے پوچھا کہ سب حکموں میں اوّل کون سا ہے؟ یسوع نے جواب دیا کہ اوّل یہ ہے اے اسرائیل سُن۔ خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبّت رکھ۔ دوسرا یہ ہے کہ تو اپنے

پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں۔ فقیہہ نے اس سے کہا اے اُستاد بہت خوب! تو نے سچ کہا کہ وہ ایک ہی ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ ... جب یسوع نے دیکھا کہ اس نے دانائی سے جواب دیا تو اس سے کہا تو خدا کی بادشاہی سے دُور نہیں۔" (مرقس باب ۱۲، آیات ۲۸ تا ۳۴)

ارشاد نمبر ۳:۔ "اور دیکھو ایک عالم شرع اُٹھا اور یہ کہہ کر اس کی آزمائش کرنے لگا کہ اے اُستاد میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں۔ اس نے اس سے کہا توریت میں کیا لکھا ہے تو کس طرح پڑھتا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ اس نے اس سے کہا تو نے ٹھیک جواب دیا، یہی کر تو جیئے گا۔" (لوقا باب ۱۰، آیت ۲۵ تا ۲۸)

ارشاد نمبر ۴:۔ ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں (یعنی رسول یقین کریں) ۔ (یوحنا باب ۱۷ آیت ۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک ازلی بادشاہ یعنی غیر مرئی واحد خدا کی تعلیم دی ہے جو اوّل و آخر ہے (دیکھو ۱۔ تیمتھیس باب ۱، آیت ۱۷) جس کی "ان دیکھی صفتیں یعنی اس کی ازلی قدرت اور الوہیت دُنیا کی پیدائش کے وقت سے بنائی ہوئی چیزوں کے ذریعہ سے ... صاف نظر آتی ہے۔" (رومیوں باب ۱۔ آیت ۲۰)

"اس سے مخلوقات کی کوئی چیز چھپی نہیں بلکہ

جس سے ہم کو کام ہے اس کی نظروں میں سب چیزیں کھلی اور بے پردہ ہیں۔"

(عبرانیوں باب ۴۔ آیت ۱۳)

"اے قادرِ مطلق تیرے کام بڑے اور عجیب ہیں۔"

(مکاشفہ باب ۱۵، آیت ۳)

"تو ہی تمجید اور عزت اور قدرت کے لائق ہے کیونکہ تو ہی نے ساری چیزیں پیدا کیں۔" (مکاشفہ باب ۴۔ آیت ۱۱)

"وہ انسانوں کا روزِ قیامت میں حساب کرے گا" (رومیوں باب ۲، آیت ۵)

عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ آپ ازلی ابدی ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کی رُو سے غلط ہے۔

اس طرح عیسائیوں کا یہ عقیدہ خاک میں مل جاتا ہے۔

قارئینِ گرامی!

اب دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام میں خدائی صفات تھیں یا نہیں۔ اللہ کے فضل و کرم سے ساری گفتگو نہایت معلوماتی اور دلچسپ ہو گی توجہ رہے۔

پہلی صِفت:۔ اللہ تعالیٰ عَلِیمٌ وَّخَبِیرٌ ہے اور ذرہ ذرہ کا اس کو علم ہے یہ صفت حضرت مسیح علیہ السلام میں موجود نہیں۔ خود حضرت مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں "لیکن اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے، نہ بیٹا، مگر صرف باپ" (متی باب ۲۴، آیت ۳۶ اور مرقس باب ۱۳ آیت ۳۲)۔

"فقط تو ہی سب بنی آدم کے دلوں کو جانتا ہے" (۱۔ سلاطین باب ۸ : ۳۹)

دُوسری صِفت:۔ اللہ تعالیٰ معبود اور سَمِیعُ الدُّعَا ہے۔ لیکن حضرت مسیح علیہ السلام خود اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اس سے دعائیں مانگتے۔

"اس وقت یسوع نے کہا اے باپ آسمان اور زمین کے خداوند میں تیری حمد کرتا ہوں"۔ (متی باب ۱۱ آیت ۲۵) حضرت مسیح علیہ السلام خود جنگلوں میں جا کر دُعا مانگا کرتے تھے بلکہ حواریوں کو کہا کرتے تھے کہ اٹھو میرے لیے خدا سے دُعا کرو۔ (دیکھو متی

باب ۲۶، آیت ۳۸ تا ۴۴) لوقا باب ۵، آیت ۱۶ میں ہے کہ مسیح نے دعا مانگی
کیا خدا بھی کسی کی دُعا کا محتاج ہے ؟

تیسری صفت :۔ خدا قیّوم ہے مگر مسیح علیہ السلام قیوم نہیں تھے۔
"دائیں بائیں بٹھانا میرا کام نہیں، مگر جن کے لیے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا "
(متی باب ۲۰، آیت ۲۳)

چوتھی صفت :۔ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اس پر کبھی موت وارد نہیں ہو سکتی۔ انجیل کہتی ہے کہ مسیح پر موت وارد ہوئی اور تین دن تک مردہ پڑا رہا۔ دیکھو، متی باب ۱۲، آیت ۲۳۔
"جب ہم کمزور ہی تھے تو عین وقت پر مسیح بے دینوں کی خاطر مؤا "
(رومیوں باب ۵، آیت ۶)
"ہمارے باپ دادا کے خدا نے یسوع کو جلایا جسے تم نے صلیب پر لٹکا کر مار ڈالا تھا۔"
(اعمال باب ۵، آیت ۳۰)

پانچویں صفت :۔ اللہ تعالیٰ کی صفت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ہے۔ مسیح رحمِ مادر میں ایک عرصہ رہنے کے بعد پیدا ہوئے اور پھر" وہ لڑکا بڑھتا اور قوت پاتا گیا اور حکمت سے معمور ہوتا گیا اور خدا کا فضل اس پر تھا" (لوقا باب ۲، آیت ۴۰) انہوں نے خود کہا کہ " لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے، مگر ابنِ آدم کے لیے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں " (لوقا باب ۹ آیت ۵۸)

چھٹی صفت :۔ اللہ تعالیٰ کی صفت لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۔ یعنی وہ نیند اور غفلت سے بری ہے۔ مگر انجیل سے یہ بات ثابت ہے کہ مسیح پر نیند کا غلبہ ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک دن مسیح علیہ السلام حواریوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے تھے کہ اتنے میں بڑے زور و شور سے طوفان آیا مگر مسیح نہ جاگا۔ جب حواریوں

نے جگایا تب ان کو ہوش آیا (لوقا باب ۸۔ آیت ۲۳ تا ۲۴)

ساتویں صفت: ۔ اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ مگر مسیح علیہ السلام کا قول ہے کہ میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔ (دیکھو یوحنا باب ۵۔ آیت ۳۰) "ہاں وہ کمزوری کے سبب سے مصلوب کیا گیا لیکن خدا کی قدرت کے سبب سے زندہ ہے۔"

(۲۔ کرنتھیوں باب ۱۳ آیت ۴)

آٹھویں صفت: ۔ اللہ تعالیٰ الملک یعنی دونوں جہاں کا بادشاہ ہے مگر حضرت مسیح علیہ السلام کو اقرار ہے کہ "میری بادشاہی اس جہان کی نہیں۔"

(یوحنا باب ۱۸ آیت ۳۶)

نویں صفت: ۔ اللہ تعالیٰ غَنِی یعنی کسی دوسرے کی مدد کا محتاج نہیں مگر حضرت مسیح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے کہا کہ ایلی ایلی لِمَا شَبَقْتَنِی؟ یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔؟ (متی باب ۲۷ آیت ۴۶ اور مرقس باب ۱۵۔ آیت ۳۴) اور وہ محتاج تھا۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ اسے گدھی اور اس کے بچے کی بھی احتیاج پیدا ہوئی۔ (دیکھو متی باب ۲۱ آیت ۲)

دسویں صفت: ۔ اللہ تعالیٰ السلام یعنی ہر ذلت اور رسوائی سے پاک ہے۔ مگر عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح کے منہ پر یہودیوں نے تھوکا۔ اس کے منہ پر طمانچے مارے۔ سر پر کانٹوں کا تاج پہنا دیا۔ کوڑے مارے اور بالآخر نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ صلیب پر لٹکا دیا۔ دیکھو متی باب ۲۶۔ آیت ۶۵ تا ۶۸ اور باب ۲۷ آیت ۲۷ تا ۳۱ اور یوحنا باب ۱۹)

گیارھویں صفت: ۔ اللہ تعالیٰ وَرَاءُ الوَرٰی ہستی ہے اور کوئی اسکی آزمائش نہیں کر سکتا۔ نہ نیکی سے نہ بدی سے۔ چنانچہ یعقوب رسول کہتا ہے کہ

"نہ تو خدا بدی سے آزمایا جا سکتا ہے اور نہ وہ کسی کو آزماتا ہے" (یعقوب کا خط عام باب ۱ آیت ۱۳) انجیل سے یہ ظاہر ہے کہ یسوع مسیح کو چالیس دن تک شیطان آزماتا رہا۔
"چالیس دن تک رُوح کی ہدایت سے بیابان میں پھرتا رہا اور ابلیس اُسے آزماتا رہا۔ . . . جب ابلیس تمام آزمائش کر چکا تو کچھ عرصے کے لیے اس سے جُدا ہوا۔"
(لوقا باب ۴ آیت ۱، ۱۳)

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں خدائی صفات نہیں تھیں۔



مسیحیت کے باطل عقائد اور اُن کا رد

عقیدہ حلول و تجسّم

حلول و تجسّم کا نظریہ سب سے پہلے انجیل یوحنا میں ملتا ہے۔ یوحنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح کا آغاز ان الفاظ سے کرتا ہے۔

"ابتدائیں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔ اور کلام خدا تھا یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔" (یوحنا باب ۱ آیت ۲)

آگے چل کر لکھتا ہے

"اور کلام مجسّم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال۔" (یوحنا باب ۱ آیت ۱۴)

عیسائی مذہب میں "کلام" ابن اللہ سے تعبیر ہوتا ہے جو خود مستقل خدا ہے۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی صفت کلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انسانی جامہ میں اُتار لیا۔ تاکہ بنی نوع انسان پر اپنی محبت ظاہر کرے اور اُسے ازلی عذاب سے نجات دے۔ اس عقیدے کی تشریح کرتے ہوئے، مارس ریلیٹن نے اس عقیدے کی توضیح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"کیتھولک عقیدے کا کہنا یہ ہے کہ وہ ذات جو خدا تھی خدائی کی صفات کو چھوڑے بغیر انسان بن گئی یعنی اس نے ہمارے جیسے وجود کی کیفیات اختیار کرلیں جو زمان و مکان کی قیود میں مقید ہے اور ایک عرصے تک ہمارے درمیان مقیم رہی۔"

(مذاہب عالم ص ۳۸۳ تا ۳۸۴ اور عیسائیت کیا ہے؟ ص ۳۰)

اس عقیدے کی رُو سے حضرت مسیحؑ بیک وقت خدا بھی تھے اور انسان بھی۔ اس عقیدے کی مزید تشریح کرتے ہوئے الفریڈ ای، گارو لکھتا ہے:

"وہ (حضرت مسیح) حقیقتاً خدا بھی تھے اور انسان بھی، ان کی ان دونوں حیثیتوں میں سے کسی ایک کے انکار یا ان کے وجود میں دونوں کے متحد ہونے کے انکار ہی سے مختلف بدعتی نظریات پیدا ہوئے۔ اتھاناسیس نے آریوس کے مقابلے میں اس نظریئے کی پُرزور حمایت کی تھی لہٰذا منظور شدہ فارمولا یہ ہے کہ حضرت مسیح کی ایک شخصیت میں دو ماہیتیں جمع ہوگئی تھیں۔"
(مذاہبِ عالم ص ۴۸۴)

انسانی حیثیت سے حضرت مسیح خدا سے کم رُتبہ تھے۔ اسی لیے اُنہوں نے یہ کہا تھا کہ:-

"باپ مجھ سے بڑا ہے۔" (یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۸)

اور اسی حیثیت سے ان میں تمام انسانی کیفیات پائی جاتی تھیں لیکن خدائی حیثیت سے وہ "باپ" کے ہم رُتبہ ہیں، اسی لیے یوحنا میں آپ کا یہ قول مذکور ہے کہ:

"میں اور باپ ایک ہیں۔" (یوحنا باب ۱۰ آیت ۳۰)

آگسٹائن لکھتا ہے "علیٰ ہٰذا القیاس خدائی حیثیت سے اُنہوں نے انسان کو پیدا کیا، اور انسانی حیثیت سے وہ خود پیدا کئے گئے۔"

(آگسٹائن ص ۶۷۸ ج ۲ بحوالہ عیسائیت کیا ہے؟ ص ۳۱)

بلکہ آگسٹائن تو یہاں تک لکھتا ہے:-

"چونکہ خدا نے بندے کا رُوپ اس طرح نہیں اپنایا تھا کہ وہ اپنی اس خدائی حیثیت کو ختم کر دے جس میں وہ باپ کے برابر ہے۔۔ لہٰذا ہر شخص اس بات کو محسوس کر سکتا ہے کہ یسوع مسیح اپنی خدائی شکل میں

خود اپنے آپ سے افضل ہیں اور اسی طرح اپنی انسانی حیثیت میں خود اپنے آپ سے کم تر بھی ہیں۔" (ص ۶۷۸ ج ۲)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص خدا بھی ہو اور انسان بھی ہو؛ خالق بھی ہو اور مخلوق بھی، برتر بھی ہو اور کمتر بھی؟

عقیدہ تثلیث کی طرح یہ سوال بھی صدیوں سے بحث وتمحیص کا محور بنا رہا ہے، اس سوال کے جواب میں اس قدر کتابیں لکھی گئی ہیں کہ "علمِ مسیحیت" کے نام سے ایک مستقل علم کی بنیاد پڑ گئی۔

جہاں تک رومن کیتھولک چرچ کا تعلق ہے وہ اس سوال کے جواب میں زیادہ تر انجیل یوحنا کی مختلف عبارتوں سے استدلال کرتا ہے گویا اس کے نزدیک یہ عقیدہ نقلی دلائل سے ثابت ہے رہی عقل، تو عقیدہ حلول کو.... انسانی سمجھ سے قریب کرنے کے لیے وہ چند مثالیں پیش کرتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ "خدا" اور "انسان" کا یہ اتحاد ایسا تھا جیسے انگوٹھی میں کوئی تحریر نقش کر دی جاتی ہے۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ص ۴۷۹ ج ۲۲ مقابلہ "تثلیث" مطبوعہ ۱۹۵۰ء)

کوئی کہتا ہے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے آئینے میں کسی انسان کی شکل منعکس ہو جائے، تو جس طرح انگوٹھی میں تحریر کے نقش ہونے سے ایک ہی وجود میں دو قسم کی چیزیں پائی جاتی ہیں انگوٹھی اور تحریر، اور جس طرح آئینے میں کسی شکل کے منعکس ہونے سے ایک ہی وجود میں دو حقیقتیں پائی جاتی ہیں۔ آئینہ اور عکس" اسی طرح اقنوم ابن حضرت مسیح علیہ السلام کے انسانی وجود میں حلول کر گیا تھا، اور اس کی وجہ سے ان کی شخصیت میں بھی بیک وقت دو حقیقتیں پائی جاتی تھیں۔ ایک خدا کی اور ایک انسان کی۔ لیکن اس دلیل کو اکثر عیسائی مفکرین نے قبول نہیں کیا۔

اس لیے کہ ذرا سا غور کیا جائے تو رومن کیتھولک چرچ کی یہ دلیل بہت سطحی

ہے، اس لیے کہ انگوٹھی میں جو تحریر نقش ہوتی ہے، وہ اپنے ظاہری انتقال کے باوجود انگوٹھی سے بالکل الگ ایک چیز ہے، اسی وجہ سے کوئی انگوٹھی کو یہ نہیں کہتا کہ وہ تحریر ہے اور نہ تحریر کو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ انگوٹھی ہے، اس کے برخلاف عیسائی مذہب اقنوم ابن کے حلول کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ کہتا ہے کہ وہ خدا تھے، اور خدا کو یہ کہتا ہے کہ وہ انسان بن گیا تھا، اسی طرح اگر آئینے میں زید کا عکس نظر آ رہا ہے تو وہ آئینے سے بالکل الگ ایک چیز ہے، اسی لیے آئینے میں کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ زید ہے، اور نہ زید کو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ آئینہ ہے اس کے برعکس عیسائی مذہب میں حضرت مسیح کو خدا اور خدا کو انسان کہا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ مثال کسی طرح عقیدہ حلول پر فٹ نہیں ہوتی۔

عقیدہ حلول کی اساس

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ اقوال ہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے روحانیت پر زور دیا اور کہا کہ "خدا کی بادشاہی تمہارے درمیان ہے۔"

یوحنا میں ہے۔

"میں اور باپ ایک ہیں۔" (باب ۱۰ آیت ۳۰)

مزید یوحنا میں لکھا ہے:۔

"اور جو مجھے دیکھتا ہے وہ میرے بھیجنے والے کو دیکھتا ہے۔"

(باب ۱۲ آیت ۴۵)

ان اقوال کی بناء پر حضرت مسیح علیہ السلام کے ماننے والے آپ کو خدا ماننے لگے۔

تردید از روئے عقل

عیسائی عقیدہ کی رو سے خدا باپ، خدا بیٹا اور خدا روح القدس تینوں ایک اور ایک تین ہیں یہ ایک

علمی اور عقلی دھوکہ ہے۔

علمِ ریاضی میں ایک عدد نہ تو ایک سے زیادہ اور نہ ایک سے کم کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ علمِ ریاضی میں ایک کبھی بھی ۱+۱+۱ کے برابر نہیں ہوسکتا اور نہ ایک ۱/۳ کے برابر ہوسکتا ہے۔ نہ تین ایک کے اور نہ تہائی کبھی ایک کے برابر ہوسکتی ہے۔ ایک کے سوا تمام اعداد ایک کی جمع کا نام ہیں جس عدد کا نام تین ہے وہ درحقیقت تین دفعہ ایک کے مجموعہ کا نام ہے۔ ایک اور تین میں جمع اور تفریق کی نسبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات جمع اور تفریق سے پاک اور مبرا ہے۔ لہٰذا علمِ ریاضی کی رُو سے ایک تین نہیں ہوسکتے اور نہ تین ایک۔

عیسائیوں کے عقیدہ کی رُو سے تینوں خدا صفات میں برابر اور مساوی ہیں اگر تینوں کی صفات پر غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے صفات اور افعال میں برابر نہیں۔

باپ پیدا کرتا ہے، بیٹا پیدا ہوتا ہے اور روح القدس دونوں سے پیدا ہوتا ہے۔ اقنومِ اوّل یعنی باپ خالق اور فنا کرنے والا، اقنومِ دوم یعنی بیٹا نجات دہندہ اور اقنوم ثالث یعنی رُوح القدس زندگی دینے والا سمجھا جاتا ہے۔

باپ اپنے وجود میں بیٹے کا محتاج نہیں، لیکن بیٹا باپ کا محتاج تھا۔ بیٹے میں انسانیت بھی داخل ہے۔ باپ عِلّت ہے اور بیٹا معلول۔ علّت اور چیز ہے اور معلول اور چیز ہے۔

پس ہر اقنوم کی صفات دوسرے اقنوم سے مختلف ہیں۔ لہٰذا تینوں اقنوم صفاتِ مختلفہ کے لحاظ سے ایک نہ ہوئے۔ اور تثلیث پرستوں کا یہ عقیدہ خود بخود باطل ہو جاتا ہے کہ تینوں اقنوم صفات میں برابر اور مساوی ہیں۔ جب تینوں اقنوم اپنی صفات

کے لحاظ سے مختلف ہوئے تو تینوں مل کر ایک نہیں ہو سکتے اور تثلیث کا عقیدہ خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔



بلکہ پولوس کی ایمان فروشی اور نالائقی کا نتیجہ ہے
آہ! مسٹر پولوس رسول کی زندہ دلی کے
کیا کہنے۔
کسی نے بالکل بجا کہا کہ ؏
لیڈیاں ہرگز نہ بھولیں گی پولوس کو
کر دیا جس نے حراموں کو بھی جائز دیکھئے
(طیطس آیت ۱۵ باب ۱)
(قبلہ حکیم صاحب (مرحوم)

پولوس کا تعارف

اس کا نام ساول تھا۔ یہود النسل تھا اور "کلکیہ" کے شہر ترسیس میں پیدا ہوا۔ اور گملی ایل نے اس کی تعلیم و تربیت کی۔ شروع میں مسیحی حواریوں کا شدید مخالف اور معاند تھا۔ اچانک اس نے عیسائیت قبول کر لی۔ اور دعویٰ کیا کہ دمشق کے راستہ میں مجھ پر ایک نور چمکا ہے اور آسمان سے حضرت مسیح کی آواز سنائی دی کہ "تو مجھے کیوں ستاتا ہے؟" اس واقعہ سے متاثر ہو کر عیسائیت قبول کر لی۔ پولوس نے جب حواریوں کے درمیان پہنچ کر اس بات کا اعلان کیا تو اکثر حواری اس کی بات نہ مانے لیکن پہلے "برناباس" حواری نے اس کی تصدیق کی۔ اور ان کی تصدیق سے مطمئن ہو کر تمام حواریوں نے اسے اپنی برادری میں

شامل کر لیا۔ ساول نے اپنا نام بدل کر پولوس رکھ لیا اور تبلیغ کرنا شروع کر دی اور الوہیت، کفارہ، حلول وغیرہ کے عقائد ایجاد کئے۔

پولوس کی مصلحت بینی

پولوس خود کہتا ہے، "میں یہودیوں کے لیے یہودی بنا تاکہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں۔ جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں ان کے لیے میں شریعت کے ماتحت ہوا تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں۔۔۔ بے شرع لوگوں کے لیے بے شرع بنا تاکہ بے شرع لوگوں کو کھینچ لاؤں۔۔۔ کمزوروں کے لیے کمزور بنا تاکہ کمزوروں کو کھینچ لاؤں۔ میں سب آدمیوں کے لیے سب کچھ بنا ہوا ہوں تاکہ کسی طرح بعض کو بچاؤں۔"

(کرنتھیوں باب ۹، آیت ۱۹ تا ۲۲)

اس بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ پولوس کا مطمع نظر حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیم کی اشاعت نہ تھا، بلکہ منافقت سے دوسروں کے عقائد اور نظریات کا لبادہ اوڑھ کر حضرت مسیح کا منوانا مقصود تھا۔

عیسائیت اور عصر جدید

عصر جدید عقل اور سائنس کا دور ہے اس دور میں غیر عقلی عقائد کی اشاعت اور ترویج نہیں ہو سکتی۔ اس وجہ سے اب مشاہیر کلیسا نے پولوسی عقائد سے انحراف شروع کر دیا ہے۔ اس انحراف اور عیسائیت کے جدید عقائد کا جائزہ لیا جاتا ہے تاکہ اسلام کی حقانیت اور عیسائیت کے مروجہ عقائد کا کھوکھلا پن واضح ہو جائے۔

موجودہ عیسائیت پولوس کا مذہب ہے

نہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا۔ کیونکہ عیسائیت کی مروجہ تعلیم کا نشان تک انجیل میں نہیں ملتا۔ عیسائیت میں عقائد کی تمام خرابیاں پولوس سے پیدا ہوئی ہیں۔ اس امر کا اعتراف عیسائی مصنفین نے بھی شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ

حال ہی میں "نیو امریکن لائبریری" نے ہربرسٹلر کی ایک کتاب "دی یوسس آف دی پاسٹ" شائع کی ہے، جس میں مصنف نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ موجودہ عیسائی عقائد سینٹ پال نے اختراع کئے تھے۔ چنانچہ تحریر کرتا ہے:

"پولوس نے اوّلین کام یہ کیا کہ مسیح کے حقیقی تاریخی وجود کو اپنے خیالات کی بھینٹ چڑھا دیا۔۔۔ اس نے یہ خیال پیش کیا کہ نجات صرف مسیح کے ذریعے وابستہ ہے۔ اس نے خود اپنی اور عام بنی نوع انسان کی بدیوں پر نگاہ رکھتے ہوئے عیسائیت کے عقائد کا بنیادی پتھر مسیح کا نجات دہندہ ہونا بیان کیا۔ جس کے ذریعے سے آدم کے ہبوط سے لے کر اب تک تمام گناہوں کا کفارہ ہوا ہے۔ پولوس نے بڑے خلوص کے ساتھ اس انجیل کی منادی کی جس کی تعلیم مسیح نے اپنی اناجیل میں قطعاً نہیں دی۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل کے محققین پولوس کی کامیابیوں کو بنظر استحسان نہیں دیکھتے۔ چنانچہ برنارڈشا اس کے متعلق تحریر کرتا ہے:-

"یہ پولوس ہی تھا کہ جس نے اس مذہب کو جو صرف ایک انسان کو گناہ اور موت سے نجات دیتا ہے ایسے مذہب میں تبدیل کر دیا ہے کہ جس سے اب کروڑوں انسان اپنے آپ کو آزاد سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان کی فطرتِ صحیح ان کو ملامت کرتی ہے اور وہ مذہبی زندگی سے معرا ہیں۔"

پھر لکھتا ہے:-

"پولوس ہی وہ سب سے پہلا انسان ہے کہ جس نے دوسرے دیوتاؤں کی طرح یہ عقیدہ مسیح کے متعلق پھیلایا کہ اس نے جان بوجھ کر اپنے آپ کو بنی نوع انسان کی نجات کے لیے وقف کر دیا۔۔۔ تاریخی طور پر بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ نجات دہندہ کا مترادف لفظ قربانی کا بکرا ہے پرانے لوگ ایک بکرے کے سر پر اپنے گناہوں کا بوجھ رکھ کر اسے جنگل کی طرف ہانک دیتے یا پہاڑ کی چوٹی سے دھکا دے دیتے۔"

(دی پولس آف دی پاسٹ صفحہ ۱۱۶ اور ۱۵۹ بحوالہ مذاہبِ عالم صفحہ ۵۳۳ تا ۵۳۴)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی محققین نے یہ اعتراف کرنا شروع کر دیا ہے کہ موجودہ عیسائیت پولوس کی اختراع ہے۔ مسیح کی تعلیمات کا ان باطل عقائد سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔



دُنیا کا عظیم الشّان انسان صلی اللہ علیہ وسلم

وُہ بجلی کا کڑکا تھا صَوتِ ہادی
عَرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ جس چیز کا ابتدأ ہے اس کا انتہا بھی ضرور ہے۔ اگر خطِ آفرینش میں علمی اور عملی طریق سے اصلاحِ بنی نوع انسان اور انتظامِ عالم کے لیے سلسلۂ انبیاء کا نقطہ ابتدأ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام مُسلم ہے تو ضرور اس سلسلہ کا نقطہ انتہا بھی ویسا ھی ابوالبشر آدم ہونا چاہیئے۔ جو تمام اولادِ آدم علیہ السلام کا اگر جسمانی باپ ھونا ممکن نہیں تاھم روحانی باپ ضرور ھو۔ اور علم ہندسہ کا یہ مقولہ صحیح ہے۔ کہ اوّل الفکر آخر العمل۔ یعنی جو چیز پہلے تصوّر میں لائی جاتی ہے وہ عملی نتیجہ میں پیچھے ھوتی ہے۔ تو ھم ترقی کے ساتھ کہیں گے کہ یہی وہ خاتم الانبیاء احمدِ مجتبےٰ حضرت محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (رُوحی فدا ابی واُمّی) ہے۔ جو مقصودِ آفرینش عالم اور قبلہ انبیاء

از آدم علیہ السلام تا ایں دم ہے۔ یہی وہ مقدس رسول
محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو بوصف "مُصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَکُمْ" کی روشن نشانیوں کے ساتھ فاران کے
وسیع میدان اور مکہ کی بلند پہاڑیوں صفا اور
مروہ پر کھڑے ہو کر تمام بھولی ہوئی دُنیا کو وہ
عہد میثاق یاد دلاتے ہوئے مخاطب ہوئے کہ
یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً: یہی
وہ ہمارے مسیحِ موعود صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
جن کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا کی
ہیکل بیت المقدس میں کھڑے ہو کر اپنی قوم میں وہ
رسول آخر الزمان بشکل فارقلیطا آنے کی بابت پُرزور
لیکچر دیا۔ چنانچہ وہ مقدس فارقلیطا جماعتِ صحابہ
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں ظاہر ہوا
جن کی دعوت اسلام کے آگے نہ صرف چند مفلس بُت
پرستوں اور عیسائیوں ہی نے گردنیں خم کیں بلکہ
قیصر و کسریٰ کو بھی تسلیم کئے بغیر نہ بن آئی۔
یہی وہ ہمارے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں جن کی نسبت مشہور فاضل عیسائی
(مسٹر مارس) تحریر کرتا ہے۔ کہ کوئی چیز رُومن
کیتھولک عیسائیوں کو چاہِ ضلالت و غوابت
کی قید سے نہیں نکال سکتی تھی۔ جس میں وہ گر

پڑے تھے بجز اس آواز کے جو سرزمینِ عرب میں
غارِ حرا سے آئی وغیرہ ۔

محمدؐ تیرے ربّ کی مجھ کو قسم ہے
جہاں میں میرا بس تو ہی ایک صنم ہے
(قبلہ حکیم صاحب مرحوم)

۱۔ فاراؔن ۔" سے مراد "حجاز" یا "مکّہ مکرمہ" کے پہاڑ ہیں ۔ اب یہ پیشینگوئی کئی اعتبار سے قرآن کریم کے مطابق ہوگئی ۔

اس لیے کہ اس بشارت میں" خداوند کے سینا سے آنے ۔" کا ذکر ہے ۔ جو حضرت موسیٰؑ کی طرف اشارہ ہے پھر شعیر سے آشکار ہونے کا تذکرہ ہے جو حضرت عیسیٰؑ کی طرف تلمیح ہے ، اور آخر میں" فاران" سے جلوہ گر ہونے کا لفظ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ہے ۔ قرآن کریم نے اسی بشارت کو" سورہ تین" میں بالفاظ ذیل ادا کیا ہے ۔

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ

قسم ہے انجیر اور زیتون کی، طورِ سینین کی ، اور اس امن والے شہر کی ۔"

سب جانتے ہیں کہ انجیر اور زیتون والا ملک شام ہے ، جہاں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے تھے ۔ اور وہی کوہِ شعیر کا مبدأ ہے ۔" طورِ سینا ۔" حضرت موسیٰؑ سے عبارت ہے اور بَلَدِ امین ۔" سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے پھر ایک اور بات پر غور فرمائیے ، اس پیشینگوئی کے پورے الفاظ یہ ہیں :

" خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا ، وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا ، دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا ، اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشیں شریعت ان کے لیے تھی ، ہاں وہ اپنے لوگوں سے بڑی

محبت رکھتا ہے، اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں، اور وہ تیرے قدموں کے پاس بیٹھے ہیں، اور تیری باتوں کو مانیں گے۔"

(استثناء باب ۳۳ آیت ۱تا۳)

یہ حضرت موسیٰ کا آخری کلام ہے جس میں آخری پیغمبر کی بعثت کی خبر دی ہے۔ اس بشارت میں کوہ "فاران" سے نورِ الٰہی کے طلوع ہونے کی خوشخبری کے ساتھ چار باتیں بیان کی گئی ہیں، جو قرآن مجید کے سورہ فتح والے بیان کے عین مطابق ہیں:

(۱) "وہ دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا۔"

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ، "محمدؐ خدا کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں۔"

واضح رہے کہ فتح مکہ کے موقع پر صحابہؓ کی تعداد دس ہزار تھی، جو فاران سے طلوع ہونے والے اس نورانی پیکر کے ساتھ شہر خلیل میں داخل ہو رہے تھے،

(۲) "اس کے ہاتھ میں ان کے لیے آتشیں شریعت ہوگی۔"

اَشِدَّآءُ عَلَى الْکُفَّارِ، "وہ خدا کے منکروں پر سخت ہوں گے۔"

(۳) "وہ اپنے لوگوں سے محبت کرے گا۔"

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ، "آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہوں گے۔"

(۴) "(اے خدا) اس آنے والے پیغمبر کے سارے مقدس لوگ (یعنی صحابہؓ) تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے پاس بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔"

تَرٰىھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۝

"دیکھتے ہو تم ان کو خدا کے آگے رکوع اور سجود میں جھکے ہوئے خدا کی مہربانی اور خوشنودی کے طلبگار ہیں، اطاعت اور عبادت کے اثر سے ان کے

چہروں میں نورانیت ہے۔"

کیا اس تجزیہ کے بعد بھی اس بات میں کوئی شبہ کی گنجائش باقی رہتی ہے:

ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰاةِ "یہ ان کا حال ہے تورات میں۔"

اس بشارت میں تراجم کی تحریفیں

تورات کی یہ بشارت چونکہ خاصی صریح تھی اس لیے اس کی عبارت میں ترمیم و تحریف کی بھی خاصی مشق کی گئی ہے۔ پہلے تو "دس ہزار مقدسوں کے ساتھ آیا۔" والے جملے میں ترمیم کی گئی۔ قدیم اُردو ترجموں میں یہ جملہ اسی طرح مرکوز ہے۔

دیکھئے تفسیر حقانی ختم سُورہ شعرا آیت وَ اِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ، اور... سیرۃ النبی ص ۱۴۸ ج ۳) انگریزی ترجمہ (کنگ جیمس ورژن) مطبوعہ ۱۹۵۸ء میں بھی یہی الفاظ ہیں۔ لیکن موجودہ اُردو ترجمہ میں اس کی جگہ یہ جملہ لکھ دیا گیا ہے۔ "اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔" یہاں سے دس ہزار کا لفظ اڑا دیا گیا ہے غالباً اس لیے کہ اس سے فتح مکہ کے وقت صحابہؓ کی تعداد ظاہر ہوتی تھی، اور کیتھولک بائبل (ناکس ورژن) میں "دس ہزار اور لاکھوں" کے بجائے "ہزاروں" کا لفظ لکھ دیا گیا ہے۔

پھر اسی پر بس نہیں، علامہ سید باجہ جی زادہ نے نقل کیا ہے کہ ترجمہ عربی مطبوعہ بیروت ۱۳۱۸ھ میں یہ پورا جملہ ہی سرے سے حذف کر دیا گیا ہے اور اس کی جگہ ایک ایسا جملہ بڑھا دیا ہے جس کا کوئی ذکر سابقہ ترجموں میں نہیں تھا، اس میں یہ جملہ ہے: واتی من ربوات القدس "یعنی وہ قدس کے ٹیلوں سے آیا۔"

(ملاحظہ ہو الفارق بین المخلوق والخالق، ص ۳۸۵)

تحریف کی دوسری مشق تیسرے جملہ یعنی "وہ اپنے لوگوں سے محبت کرے گا" پر ہوئی ہے۔ یہ الفاظ قدیم اُردو ترجموں کے علاوہ سیرۃ النبی ص ۱۴۸ ج ۳) موجودہ کیتھولک بائبل میں بھی یہی الفاظ ہیں، مگر جدید اُردو اور انگریزی تراجم

میں اسے بدل کر یہ جملہ لکھ دیا گیا ہے "وہ بے شک قوموں سے محبت رکھتا ہے"۔ . . اور اس طرح اس جملہ کو قرآنی جملے رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ سے جو مطابقت تھی وہ ختم ہوگئی"۔ یہ تو وہ تبدیلیاں ہیں جن سے بشارت کے اصل مفہوم پر اثر پڑتا ہے اور اس کے علاوہ اسی ایک جملہ میں بائبل کے تراجم میں جو بے پناہ اختلافات ہیں ان کو بیان کرنے کے لیے شاید کئی صفحات درکار ہوں۔

(بائبل سے قرآن تک جلد سوم صفحہ ۲۵۵ تا ۲۵۸)

حضرت عیسیٰؑ نے بھی حضورؐ کی تشریف آوری کی بشارت دی تھی

"اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا "فارقلیط" بخشے گا، کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے، یعنی سچائی کا روح جسے دُنیا حاصل نہیں کر سکتی، کیونکہ نہ اسے دیکھتی اور نہ جانتی ہے، تم اسے جانتے ہو، کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے اور تمہارے اندر ہوگا"۔

(انجیل یوحنا باب ۱۴، آیت ۱۵ تا ۱۷)

اور اسی باب میں ہے۔

"لیکن "فارقلیط" یعنی رُوح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا"۔

(آیات ۲۶)

پھر آیت ۲۹ میں ہے:۔

"اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے، تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو"۔

اور انجیل یوحنا میں ہے:۔

"لیکن جب وہ (فارقلیط) آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ ہو، کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔"

(باب ۱۵ آیت ۲۶)

قدیم تراجم میں یہاں "فارقلیط" ہی کا لفظ مذکور ہے، لیکن موجودہ اردو تراجم میں اس کی جگہ "مددگار"۔ "وکیل" یا "شفیع" کے الفاظ ہیں۔ عربی تراجم میں معزّی (تسلی دینے والا) کا لفظ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اہلِ کتاب ایک نبی کے آنے کے منتظر تھے جو سچا ہوگا، کیونکہ نجاشی شاہِ حبش کے پاس جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پہنچا تو اس نے فوراً کہا "میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ وہی نبی ہیں جن کے اہلِ کتاب منتظر تھے۔"

اور جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحریر کیا کہ:

"میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، میں نے آپ سے اور آپ کے چچازاد بھائی یعنی جعفر بن ابی طالب سے بیعت کرلی ہے، اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔"

(اظہار الحق جلد سوم ص ۳۲۶ اردو مطبوعہ دار العلوم کراچی)

محمدؐ سے پہلے تھا عالم نرالا ---- لگایا تھا شیطان نے ظلمت کا تالا
کہیں تیر و لشکر کہیں تیغ و بھالا ---- تو مکے میں پیدا ہوا کملی والا

سید الکونین ختم المرسلین
آخر آمد بود فخر الاولین

بھونچال بر لشکرِ دجال

اِسلام

مذہب اسلام کوئی روّی مذہب نہیں تاکہ کوئی معقول آدمی اسے قبول کرتے وقت ہچکچاہٹ سی محسوس کرے، نہیں بلکہ یہ وہ مقبولِ عام اور یونیورسل مذہب ہے۔ کہ جس کی نسبت کوئی محقق شاعر یوں لکھتا ہے:

ہے کسی مذہب کی سُنت کش اگر عقلِ سلیم
ہے وہ مذہب مذہبِ اسلام باللہ العظیم

خدا کا یہ قلعہ یعنی اسلام نہایت مستحکم ہے اور کوئی خاروخس سے نہیں بنایا گیا جو کسی پادری یا جی اور پنڈت وغیرہ کے پھونک مارنے سے اُڑ جائے یا آگ لگانے سے جل جائے یا فتنہ ارتداد کا سیلاب اسے بہا لے جائے۔ نہیں بلکہ یہ وہ حصار ہے جو خدا کے کلماتِ قدیم اور آیاتِ کریمہ سے خود اس کی نگرانی میں پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ آج بڑے بڑے ہندو اور عیسائی پروفیسر اور ڈاکٹر، بیرسٹر اور ایڈیٹر ہندو دھرم اور نصرانیت کے بدبودار کیچڑ سے نکل نکل کر مشرف با اسلام ہو رہے ہیں۔ ہمارے دوست مسٹر خالد لطیف سابق مسٹر گوبا مصنف انکل شام و ایڈیٹر ٹائمز

آف انڈیا کا بیان ہے کہ ہم نے مولانا رُوم کے اس شعر کے ماتحت اپنے آبائی مذہب کو ترک کیا۔ اور اسلام کو اختیار کیا۔ وَھُوَ ھٰذَا

یارِ غالب شوکہ تا غالب شوی
یار مغلوباں مشو ہن اے غوی
(قبلہ حکیم صاحب (مرحوم))

یہاں یہ بھی ذہن نشین رکھیں کہ ہر زمانہ کے نبی پر اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا اس کی اطاعت واتباع کو اسلام کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ سیدنا محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد جب نبوت کا سلسلہ ختم ہوا تو اسلام نام ہوگیا۔ کوئی شخص توحید تو اسلام سے لے لیکن عبادات کے لیے مسجد، مندر، کلیسا سب کو یکساں سمجھے۔ یا رسالت پر تو ایمان لے آئے لیکن معاشیات کے قاعدے اور اخلاق کے ضابطے کسی اور سے لینے جائے۔ آدمی کہلاتا تو رہے مسلمان، لیکن اس طرز میں اختیار کرے مجوسی کی معاشرت لے لے اکفار و ہندو کی ر۔

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلام صرف چند عقائد یا صرف چند قوانین کے مجموعہ کا نام نہیں وہ تو ایک جامع نظامِ حیات ہے ایک مکمل و منظم دستورِ زندگی ہے جو سعادت دارین کا جامع اور صلاح و فلاح ثقلین کا ذخیرہ ہے۔

عقائد اصول اور اعمال فروع۔ عقیدے درست ہیں تو اعمال کی قبولیت کی اُمید کی جاسکتی ہے ورنہ سارا کیا دھرا برباد۔ سب جہنم کا ایندھن۔ محض کاغذی پھول کہ

ع۔ دیکھنے میں خوشنما بوئے وفا کچھ بھی نہیں

یاد رکھنا چاہیئے

اسلام کی صداقت ہی نے نسل و قومیت کی خصوصیتوں اور ملک و قوم کی حالتوں، اور امیری غریبی کے امتیازوں اور فاتح و مفتوح کے تفاوتوں، مختلف زبانوں مختلف رنگتوں سے قطع نظر کر کے بڑی خوش اسلوبی سے، سب کو، دینِ واحد کے رشتہ سے متحد و متفق، یکساں و مساوی، ہم سطح و خیال، ہم اعتقاد و ہم آواز بنا دیا جس کی بدولت رنگتوں کا اختلاف، زبانوں کا تباین، قومیت کا تفرقہ، ملکی خصوصیات کا امتیاز سب کچھ جاتا رہا۔ دینِ واحد نے سب کو ملتِ واحد، اُمتِ مسلمہ بنا کر ایک ہی ولولہ دلوں میں۔ ایک ہی جوش طبیعتوں میں ایک ہی خیال دماغوں میں اور ایک ہی آوازِ توحید زبانوں پر جاری کر دیا اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو رشتہ توحید میں پرو کر دشمنوں کو دوست اور رجان ستانوں کو جاں نثار بنا دیا۔

اسلام ہی دینِ توحید ہے اور یہ اسلام ہی کی توحید ہے جو فطرتِ صحیحہ اور عقلِ سلیمہ کے دلائل سے مزین ہے اور جس کی تائید علم و عقل کے ہر ذریعہ سے، ہر منزل، ہر قوم پر ہوتی ہے۔ اسلام کی توحید کا مسئلہ، عیسائیت کی "تثلیث" کی طرح نہیں جس کو پادری لوگ، فہم سے بالاتر اور عقل سے بلند تر کہا کرتے ہیں۔ اور جس پر بغیر سوچے سمجھے ایمان لانے کو واجب بتایا کرتے ہیں۔

- اسلام ہی رُوحانیت کا مذہب ہے اور اسلام ہی ذوقِ سلیم کو، علم و عقل اور تجربہ و مشاہدہ کے فانوسوں سے روشن کرتا اور منزلِ مقصود تک پہنچاتا ہے۔
- اسلام ہی اخلاقِ حسنہ کا معلم ہے۔ نبی کریم کا ارشاد ہے "میں بزرگ ترین اخلاق اور نیک ترین اعمال کی تکمیل کے لیے نبی بنایا گیا ہوں"
- اسلام ہی علم علماء کا حامی ہے اور اسلام ہی نے علم کو اپنی سرپرستی میں لیا اور اسلام ہی ہے جس نے علوم کی تعلیم عام کر دی اور اسلام ہی علماء کا مامن و ملجا بنا۔
- اسلام ہی دین العمل ہے۔ اسلام ہی اپنے ماننے والوں کو دنیادی بہبود و

بھلائی کے لیے بھی حکم دیتا ہے اور آخرت کی سُرخروئی و نجات کے لیے عمل کا ارشاد فرماتا ہے۔

○ اسلام ہی بانیٔ اخوت ہے اور نبی کریم کے فیضانِ صحبت سے اسلام میں داخل ہونے والوں میں جو اخوّت قائم ہوئی وہ اپنے تقدس میں ایسی برتر و اعلیٰ ہے جس کی نظیر تاریخِ عالم میں تلاش کرنا عبث ہے۔ زمین اور آسمان اسکی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

○ اسلام ہی مساوات کا بانی ہے اور اسلام ہی کی یہ تعلیم ہے کہ ہر شخص کو شرعاً و قانوناً و اخلاقاً وہ تمام حقوق حاصل ہوں جو کسی دوسرے شخص کو، اسی ملک یا اسی دین کے اندر حاصل ہوں۔

○ اسلام ہی نے حکومت میں رعایا کو حصہ دار بنایا اور اسلام ہی نے جملہ اقوامِ عالم کو اس اصول سے روشناس کرایا اور اس اصول کی برکات سے انہیں فائدہ اٹھانا سکھایا۔

○ اسلام ہی وہ فیض رساں دین ہے جس سے اقوامِ عالم نے بالواسطہ فیوض حاصل کئے خواہ اُسے کوئی مانے یا نہ مانے۔



اسلام نے عدل و انصاف کی تعلیم دی ہے

اسلام نے پیامِ وحدتِ نسلِ انسانی دینے کے ساتھ بین الاقوامی عدل و انصاف کی بھی تعلیم دی ہے اور اسلام کے عالمگیر ہونے کی یہ ایک بڑی دلیل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

ولا یجرمنکم شنآن قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ

"اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو یہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔" (پارہ نمبر۶)

حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

العصبیۃ ھی ان یعین الرجل قومہ علی الظالم (مسند امام احمد ۲۰۸، کنزالحقائق حدیث)

"عصبیت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی اپنی قوم کی امداد ظلم پر کرے۔"

جب کہ دنیا کے دوسرے مذاہب اور بنیادی تحریکوں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کھلا کر سامنے آجاتی ہے کہ کسی مذہب کی موجودہ تعلیم بین الاقوامی عدل و انصاف کی علمبردار نہیں نہ کسی تحریک کی۔

یہود کہتے ہیں کہ صرف یعقوب کی اولاد ہی اللہ کو پیاری ہے باقی سب اس کی غلامی کے لیئے پیدا کیئے گئے ہیں۔ اسی طرح توریت کا ایک حکم یہ ہے۔

"تو اپنے بھائی سے سود نہ لے" (استثناء باب ۲۳، آیت ۱۹، ۲۰ واحبار باب ۲۵، آیت ۳۷)

اگر سود لینا بُرا ہے تو غیر یہودیوں سے سود لینا کیوں اچھا ٹھہرا۔ یہ تعلیم عدل و انصاف کے بنیادی اصولوں کے ہی خلاف ہے۔ عیسائیت کا یہ پیغام ہے "کہ شریعت ایک لعنت ہے"۔ جب شریعت ہی ایک لعنت ہوئی تو پھر اس کا ہر حکم اور پیغام لعنت ہی ہوگا۔ اس لعنتی پیغام اور حکم سے دنیا میں عدل و انصاف قائم نہیں ہو سکتا۔ پھر عیسائیت جس قسم کی محبت کی تعلیم دیتی ہے عیسائی خود اس پر عمل نہیں کر سکتے۔

الحمدللہ صرف اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو ٹھوس بنیادوں پر بین الاقوامی عدل و انصاف کی عمارت کھڑی کرتا ہے۔

فرقان الحمید

قرآن شریف آج چودہ سوسال کا زمانہ گزار چکا ہے کہ اپنے اس دعویٰ کے ساتھ دنیا کے ہر ایک حصہ میں رات اور دن کے ہر ایک گھنٹہ اور منٹ اور سیکنڈ میں شہروں، جنگلوں، پہاڑوں، میدانوں یعنی تری اور خشکی کے ہر ایک حصّہ مسجدوں، گھروں میں پڑھا جاتا ہے۔ لیکن کوئی بھی منکر یا مخالف اس کا یہ دعویٰ سن کر کان نہیں ہلاتا۔ اور نہ اس میں کوئی جوش یا غیرتِ مذہبی پیدا ہوتی ہے کہ وہ قرآن مجید کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کردے۔ کہ اے دھریوں، آریو، یہودیو، عیسائیو اگر تم بقول مسٹر یسوع رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان یا شرم یا حیا ابھی باقی ہے تو تم میرے جیسا ایک قرآن یا کم از کم ایک سورۃ ہی بنا دکھاؤ۔ تاکہ آئندہ کفر اور بطالت کا ناپاک الزام تم پر سے کلیتاً اٹھ جائے مگر افسوس کوئی متعصب سے متعصب اور فاضل سے فاضل پادری بھی میدانِ عمل میں نہ آیا اور نہ ہی اس کا قلم اٹھ سکا اور اٹھتا بھی کیسے جب یہ آسمانی فیصلہ ہے کہ

سب جن و انس ملکر قرآں سی اک سورت ★ چاہیں اگر بنانی ہرگز بن نہ سکیں
ممکن نہیں یہ ممکن ہرگز نہیں ہے ممکن ★ ہونا نہیں یہ ہرگز ہو جائے گر قیامت

(قبلہ حکیم صاحب مرحوم)

لفظِ قرآن کے معنی

لفظِ قرآن یا قرءٌ سے بنا ہے یا قراءۃ سے یا قرن سے بنا ہے۔ قرءٌ کے معنے جمع ہونے کے ہیں۔ اب قرآن کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بھی سارے اوّلین و آخرین کے علموں کا مجموعہ ہے۔ اور اگر یہ قراءۃ سے بنا ہے تو اس کے معنے ہیں پڑھی ہوئی چیز۔ تو اب اس کو قرآن اس لیے کہتے ہیں کہ اور انبیاء کرام کو کتابیں یا صحیفے حق تعالیٰ کی طرف سے لکھے ہوئے عطا فرمائے گئے۔ لیکن قرآن کریم پڑھا ہوا اُترا۔ اس طرح کہ جبریلِ امین حاضر ہوتے اور پڑھ کر سنا جاتے اور یقیناً پڑھا ہوا نازل ہونا لکھے ہوئے نازل ہونے سے افضل ہے۔

اور اگر یہ قرن سے بنا ہے تو قرآن کے معنی ہیں ملنا اور ساتھ رہنا۔

اس کو قرآن اس لیے بھی کہتے ہیں کہ حق اور ہدایت اس کے ساتھ ہے۔ نیز اس کی سورتیں اور آیتیں ہر ایک بعض کے ساتھ ہیں کوئی کسی کے مخالف نہیں۔ نیز اس میں عقائد اور اعمال اور اعمال میں اخلاق، سیاسیات، عبادات، معاملات تمام ایک ساتھ جمع ہیں۔ نیز یہ مسلمان کے ہر وقت ساتھ رہتا ہے۔

اس کا دوسرا نام فرقان بھی ہے۔ یہ لفظ فرق سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں فرق کرنے والی چیز۔ قرآن کو فرقان اس لیے کہتے ہیں کہ حق و باطل، جھوٹ اور سچ مومن اور کافر میں فرق فرمانے والا ہے۔ (تفسیر نعیمی پارہ اوّل)

قرآن ایک معجزہ ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآن حکیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت بھی قدیم ہے اور اس کا کلام بھی قدیم ہے، روزِ قیامت تک دنیا میں محفوظ رہے گا۔ دوسرے معجزے ظاہر ہوتے ہیں مگر قرآن کریم ابدی معجزہ اور زمانہ گزرنے کے باوجود زندہ اور ثابت رہے گا، اور ہر دور میں مشاہدہ میں آتا رہے گا۔ قرآن کریم اور نبی کریم کی صداقت پر یہ بات بہت بڑی دلیل ہے

کہ ان قریش کے سامنے جو تمام عرب کے سامنے فصاحت و بلاغت کے امام مانے جاتے تھے اور نبی علیہ السلام اور دین اسلام کے بدترین دشمن تھے یہ دعویٰ پیش کیا گیا کہ وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ط

"اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اُتارا تو اس جیسی ایک سُورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کی گئی ہے کافروں کے لیے۔"

اس آیت میں بتا گیا ہے کہ کفار کبھی بھی قرآن کی سی ایک سورت نہ بنا سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، یہ آیت چار لحاظ سے قرآن کے اعجاز پر دلالت کر رہی ہے۔

(۱) اوّل یہ کہ یہ بات ہم کو یقینی اور قطعی طور پر معلوم ہے کہ اہلِ عرب ایک تو حضورؐ کے بدترین دشمن تھے، دوسرے آپ کے دین کو غلط اور باطل ثابت کرنے کے لیے زیادہ حریص تھے۔ ان کا محض اسی بنا پر اپنے عزیز تر وطن کو چھوڑنا، قبیلہ اور کنبہ سے جدا ہونا، اپنی قیمتی جانوں کو برباد کرنا ہمارے دعوے کے شاہد ہیں۔ پھر جب اس کے ساتھ حضورؐ کے اس زبردست چیلنج کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ تم ہرگز قرآن کا معارضہ نہیں کرسکو گے تو ظاہر ہے کہ پھر تو آپ کو اور قرآن کو جھٹلانے کی خواہش زیادہ ہی ہوگی، پھر اگر وہ لوگ قرآن جیسا قرآن یا اس جیسی ایک سورت بنانے پر قادر ہوتے تو ضرور ایسے کرتے، مگر چونکہ ایسا نہ کرسکے تو قرآن کا اعجاز ثابت ہوگیا۔

(۲) دوسرے یہ کہ حضورؐ اگرچہ نبوّت کے معاملے میں ان کے نزدیک مُتہم اور مشتبہ تھے لیکن ان لوگوں پر آپ کی فرزانگی اور انجام بینی خوب روشن تھی۔ پھر اگر آپ (معاذاللہ)

جھوٹے ہوتے تو اتنے زبردست اور شدید مبالغہ کے ساتھ ان کو چیلنج نہ کرتے، بلکہ ان حالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لازمی طور سے اس متوقع ذات کا اندیشہ ضرور ہوتا جس کا نقصان اور اثر آپ کے مجموعی کاموں پر ضرور پڑ سکتا ہے لہٰذا اگر آپ کو وحی کے ذریعہ ان لوگوں کے معارضہ سے ناکامی اور عاجزی کا علم نہ ہوا ہوتا تو ہرگز آپ ان کو چیلنج کر کے مشتعل نہ کرتے۔

(۳) اگر آپ کو اپنے مسلک اور مشن کی حقانیت اور سچائی کا یقین نہ ہوتا تو آپ اس بات کا یقین نہیں کر سکتے تھے کہ وہ لوگ قرآن کا معارضہ نہیں کر سکیں گے، کیونکہ جھوٹا آدمی اپنی بات اور دعویٰ پر خود یقین نہیں کرتا، لہٰذا آپ کا اپنی بات پر یقین کرنا بڑی دلیل ہے اس امر کی کہ آپ کو اپنی نبوت اور مسلک کا یقین تھا۔

(۴) چوتھے یہ کہ اس پیشینگوئی کے مطابق قرآن کے معارضہ سے ان کا عاجز ہونا یقینی اور قطعی ہے کیونکہ عہدِ نبوی سے لے کر ہمارے زمانہ تک کوئی بھی وقت ایسا نہیں گزرا کہ دین اور اسلام کے دشمن بے شمار نہ ہوئے ہوں، جنہوں نے آپ کی عیب جوئی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ہو۔ پھر اس قدر شدید حرص کے باوجود کبھی بھی معارضہ نہ ہو سکا۔

یہ چار وجوہ ایسی ہیں کہ جو اعجاز قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔ ان پیشینگوئیوں سے ثابت ہو رہا ہے کہ قرآن کریم یقیناً اللہ کا کلام ہے، کیونکہ عادۃ اللہ یونہی چلی آتی ہے کہ نبوت کا مدعی اگر کسی بات کی خبر دے اور اس جھوٹ کو اللہ کی طرف منسوب کرے تو کتاب استثنا میں ہے کہ اس کی دی ہوئی خبر درست نہیں نکلے گی۔

"اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اسے ہم کیونکر پہچانیں؟ تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور اس کے کہنے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں، بلکہ اس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے تو اس سے خوف نہ کرنا۔" (استثناء باب ۱۸ آیت ۲۱، ۲۲)

قرآن کا اعجاز

جب قرآن کی پہلی آیت۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ نازل ہوئی تو حضورؐ کے حکم سے اسے خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا گیا۔ اس وقت کے اہلِ عرب کا طریقہ تھا کہ جس کلام کو فصاحت کے لحاظ سے بہت اونچا خیال کرتے تھے اسے شہرتِ دوام بخشتے تھے۔ اور دوسرے اہل علم پر اظہارِ کمال کرنے کے لیے کعبت اللہ کے دروازے پر لٹکا دیا کرتے تھے تاکہ ہر شخص اسے دیکھ سکے۔ جب کلام ربانی پر ان لوگوں کی نظریں پڑیں۔ اور کلام کی متانت اور طرزِ بیان پر غور کیا تو حیران رہ گئے۔ برملا کہہ اٹھے کہ یہ کلام آدمیوں کا نہیں بلکہ انسان ایسا کلام لانے کی قدرت نہیں رکھتا۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے کلام کی طرح اپنا کلام لانے پر قادر نہیں ہے۔ ورنہ آج تک کوئی نہ کوئی تو مقابلہ میں لاتا۔ اس مضمون کو قرآن پاک خود بطورِ دعویٰ پیش کرتا ہے۔ تاکہ جسے بھی ہمت ہو اس چیلنج کو قبول کرے۔

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۝

"اے محمدؐ! ان لوگوں کو فرما دیں کہ اگر تمام جن و انس قرآن کا مثل لانے کے لیے جمع ہو جائیں تو نہ لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کی امداد پر آمادہ ہو جائیں۔"

اگر نبی علیہ السلام کی عاداتِ کریمانہ، عظیم سیرت اور اعلیٰ کردار پر غور کریں تو یقین کرنا پڑے گا کہ آپ کا سراپا اللہ تعالیٰ کے اعجاز اور قدرت کا ایک کامل نمونہ ہے۔

ہر جلوہ جمال ترا ناز دیگر است ——— ہر نغمۂ کمال ترا ساز دیگر است
اعجاز سخن را بسخن ہست احتیاج ——— ہر غمزۂ زچشم تو اعجاز دیگر است

قرآنِ پاک کی حفاظت

قرآنِ پاک سے پہلی کتابیں مثلاً تورات، انجیل اور زبور وغیرہ ایک خاص وقت تک کے لیے اور خاص

خاص قوموں کے لیے دُنیا میں بھیجی گئیں۔ اس لیے حق تعالیٰ نے ان کی حفاظت کا ذمہ خود نہ لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان پیغمبرانِ عظام کے دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد وہ کتابیں بھی قریب قریب ختم ہوگئیں۔ لیکن یہ قرآن کریم سارے جہان کے لیے آیا اور ہمیشہ کے لیے آیا۔ اسلئے رب تعالیٰ نے خود اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (ہم نے ذکر (قرآن) اتارا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں) سُبحان اللہ! ایسی اس کی حفاظت ہوئی کہ کوئی شخص اس میں زیر اور زبر کا فرق نہ کرسکا۔ اس کی حفاظت کا ذریعہ یہ ہوا کہ قرآن کریم فقط کاغذ پر ہی نہ رہا بلکہ مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ کیا گیا۔

یہ جو ٹیپے پیسے کی یوحنا اور متی رسول کی انجیلیں فروخت ہو رہی ہیں یہ وہ انجیل نہیں جو آسمان سے آئی تھی بلکہ اس کے ترجمے ہوں گے۔ کیونکہ وہ عبرانی زبان میں تھی اور تراجم مختلف زبانوں میں ہیں۔ جب وہ اصل کتاب ہمارے سامنے ہے ہی نہیں تو ہم کیسے معلوم کریں کہ یہ تراجم اس کے صحیح ہیں یا نہیں۔ بخلافِ قرآن کریم کے کہ وہی قرآن اسی زبان میں بعینہٖ موجود ہے۔ جو صاحب قرآن علیہ السلام پر اُترا تھا۔ وہ کتابیں تو کیا باقی رہتیں، زبان عبرانی جس میں وہ کتابیں آئی تھیں وہی دنیا سے غائب ہوگئی بلکہ مصر اور شام وغیرہ ممالک جہاں عبرانی زبان بولی جاتی تھی وہاں عربی زبان نے اپنا سکہ جمالیا۔ اور اس قرآن پاک کی بدولت ہر ملک میں عربی زبان کا دَور دَورہ ہوگیا۔ چنانچہ الحمدللہ پاکستان اور ہندوستان میں بھی لاکھوں کی تعداد میں عربی دان موجود ہیں۔ لیکن عبرانی جاننے والا ایک بھی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ مشن اسکولوں میں انجیل تو پڑھائی جاتی ہے مگر افسوس کہ عبرانی اور سُریانی زبانیں وہاں بھی غائب ہیں۔ یہ سب قرآنِ پاک اور صاحبِ لولاک کی برکت ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ عیسائی محققین نے مان لیا کہ انجیل میں لفظی اور معنوی بے شمار تحریفیں ہوئیں۔

بھونچال بر لشکر دجال

اور مان لیا کہ انجیل کی بہت سی آیتیں اور بہت سے باب الحاقی ہیں۔

(دیکھو مسٹر ہارن اور ہنری اور واسکاٹ صاحب کی تفاسیر اور مباحثہ دینی مطبوعہ اکبر آباد مصنف پادری فنڈر وغیرہ (بحوالہ تفسیر نعیمی)

جَمِيعُ الْعِلْمِ فِي الْقُرْآنِ لٰكِنْ تَقَاصُرَ عَنْهُ أَفْهَامُ الرِّجَالِ ط

"تمام ہی علوم قرآن میں موجود ہیں لیکن لوگوں کی عقلیں ان تک رسائی حاصل کرنے سے عاجز رہ جاتی ہیں۔

محمد شجاع الدین رتوی



خاتمہ — تین مفید باتیں

اعجازِ قرآن کی حکمت

ہم اس کو تین فوائد کے بیان پر ختم کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاغت والا معجزہ عطا کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر انبیاء علیہم السلام کو اس جنس سے معجزے عطا کئے جاتے تھے جو اس زمانہ میں ترقی پر ہو، کیونکہ وہ لوگ اس کے سبب سے اعلیٰ درجے تک پہنچ جاتے تھے ان کو یہ احساس ہو جاتا تھا کہ اس فن میں وہ آخری حد کونسی ہے، یہاں تک انسانی رسائی ممکن ہے، پھر جب لوگ کسی کو اس حد سے نکلا ہوا پاتے۔ تو سمجھ لیتے کہ یہ انسانی فعل نہیں ہے، بلکہ منجانب اللہ ہے۔

جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سحر اور جادو کا زور تھا اور لوگ اس میں کمال پیدا کرتے تھے ماہر جادوگروں نے اس حقیقت کو پا لیا تھا، جادو کی آخری حد "تخیل" ہے یعنی ایک بے اصل چیز کا نظر آنا، جس کا حاصل "نظر بندی" ہے۔ اُنھوں نے موسیٰ کی لاٹھی کو اژدہا بنا ہوا دیکھا جو ان کے مصنوعی جادو کے سامان کو نگل رہا تھا۔ ان کو یقین آ گیا کہ یہ حدِ سحر سے خارج اور منجانب اللہ معجزہ ہے، نتیجہ یہ کہ وہ لوگ ایمان لے آئے۔

اس کے برعکس فرعون چونکہ اس کا ماہر اور کامل نہ تھا، اس لیے اس نے اس معجزہ کو بھی "سحر" خیال کیا، صرف اس قدر فرق محسوس کیا کہ جادوگروں کے جادو سے موسیٰ علیہ السلام کا جادو بڑا اور عظیم ہے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں فنِ طب کمال کے نقطہ پر تھا

بھونچال برلشکرِ دجّال

اس علم میں اہل زمانہ کمال پیدا کرتے اور اس کی آخری حد تک پہنچ جاتے تھے، پھر جب انھوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے مُردوں کو زندہ کر دینے اور کوڑھیوں کو تندرست کر دینے والے محیر العقول کارنامے کا مشاہدہ کیا تو اپنے کمالِ فن سے انھوں نے اندازہ کر لیا کہ اس حد تک فنِ طب کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا یہ منجانب اللہ معجزہ ہے

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں زبان دانی اور فصاحت و بلاغت کا عروج تھا۔ چنانچہ لوگ اس میں کمال پیدا کر کے ایک دوسرے کو مقابلہ کا چیلنج دیتے تھے۔ بلکہ یہ چیز ان کے لیے سرمایۂ فخر و مباہات شمار کی جاتی تھی چنانچہ اسی سلسلے میں وہ سات مشہور قصیدے خانہ کعبہ میں محض اس لیے لٹکائے گئے تھے کہ ان کا کوئی معارضہ نہیں کر سکتا اور اگر کسی میں طاقت ہے تو ان کا جواب لکھ کر یہاں آویزاں کر دے، پھر جب حضورؐ نے ایسا بلیغ کلام پیش کیا جس نے تمام بلغاء کو اس کے معارضہ سے عاجز کر دیا، تو چونکہ وہ لوگ انسانی بلاغت کی آخری حد کو جانتے تھے، قرآنی بلاغت کو انھوں نے اس سے برتر پایا، تو یقین کر لیا کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے بلکہ معجزہ ہے۔





بھونچال بر لشکرِ تجال

تین عیسائی ہونے والوں کا عجیب واقعہ

مشہور ہے کہ تین آدمیوں نے عیسائیت قبول کی، ایک پادری نے ان کو عیسائی مذہب کے ضروری عقائد بالخصوص عقیدۂ تثلیث سکھایا، یہ تینوں نئے عیسائی اس پادری ہی کے پاس رہتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز پادری کا ایک دوست ملاقات کے لیے آیا، اس نے پادری سے پوچھا کہ وہ نئے عیسائی کون ہیں؟ پادری نے بتایا کہ تین اشخاص نے مذہب عیسائی قبول کیا ہے۔ دوست نے کہا کہ کیا انہوں نے ہمارے مذہب کے ضروری عقائد بھی سیکھ لیے ہیں یا نہیں؟ پادری نے کہا کیوں نہیں اور امتحاناً ان میں سے ایک کو بلایا تاکہ اپنے دوست کو اپنا کارنامہ دکھائے، چنانچہ اس جدید عیسائی سے عقیدہ تثلیث کے بارے میں دریافت کیا، تو اس نے کہا کہ آپ نے مجھ کو یہ بتایا ہے کہ خدا تین ہیں، ایک آسمان میں، دوسرا کنواری مریم کے پیٹ سے پیدا ہونے والا، تیسرا وہ جو کبوتر کی شکل میں دوسرے خدا پر تیس سال کی عمر میں نازل ہوا (متی باب ۳، آیت ۱۶) پادری بڑا غضبناک ہوا اور اس کو یہ کہہ کر ہٹا دیا کہ یہ مجہول ہے۔

پھر دوسرے کو بلایا اور اس سے بھی یہی سوال کیا، اس نے جواب دیا کہ آپ نے مجھ کو یہ بتایا تھا کہ خدا تین تھے، جن میں سے ایک کو سُولی دے دی گئی، اب دو خدا باقی رہ گئے ہیں، اس کو بھی پادری نے غصہ ہو کر نکال دیا۔

پھر تیسرے کو بلایا جو بہ نسبت پہلے دونوں کے ہوشیار تھا، اس کو عقائد یاد کرنے کا بھی شوق تھا، پادری نے اس سے بھی سوال کیا، تو کیا خوب جواب دیتا ہے کہ آقا! میں نے تو جو کچھ آپ نے سکھایا خوب اچھی طرح یاد کر لیا ہے اور خداوند مسیح کی مہربانی سے پوری طرح سمجھ گیا ہوں، کہ ایک تین ہے، اور تین ایک، جن میں سے ایک کو

سولی دے دی گئی ، اور وہ مرگیا اور بوجہ اتحاد کے سب کے سب مر گئے اور اب کوئی خدا باقی نہیں رہا ، ورنہ اتحاد کی نفی لازم آئے گی ۔

اس سلسلہ میں ہماری گزارش ہے کہ اس میں جواب دینے والوں کا زیادہ قصور نہیں ، اس لیے کہ یہ عقیدہ ہی ایسا پیچیدہ ہے کہ جس میں جہلاء بھی ٹھوکر کھاتے ہیں اور علماء بھی حیران ہیں ، ان کا اقرار ہے کہ اگرچہ یہ ہمارا عقیدہ ہے ، مگر اس کے سمجھنے سے ہم بھی قاصر ہیں اور سمجھانے سے اور وضاحت کرنے سے بھی عاجز ہیں ، اسی لیے امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر میں سورہ نساء کی تفسیر فرماتے ہوئے کہا ہے کہ :

"عیسائیوں کا مذہب بہت ہی مجہول ہے ۔"

(تفسیر کبیر ، ص ۳۴۶ ج ۳)

پھر سورہ مائدہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں : ۔

"دنیا میں کوئی بات عیسائیوں کی بات سے زیادہ شدید فساد والی اور ظاہر البطلان نہیں ہے ۔"

(تفسیر کبیر ص ۳۳۴ ، ج ۳)

یہ چند سطور ہدیۂ ناظرین کی ہیں ۔ پروردگارِ عالم سے التجا ہے کہ وہ اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہم کو اسلام پر استقامت اور عیسائیوں کی اور اہلِ کتاب کی ہدایت کا ذریعہ بنائے ۔

آمین ثم آمین !

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ ہ

رجوع بجانب یسوع

ناظرین کرام عیسائیوں کا یسوع چیزے دیگر ہے اور عیسیٰؑ جنکا ذکر قرآن پاک میں وارد ہے وہ بزرگ ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ خدا کے برگزیدہ نبی ہیں اور یہ یسوع خدا کا بیٹا ہونے کا مدعی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی پیغمبر خدا کا بیٹا نہیں بنتا اور نہ ہی اس قسم کی کوئی بیہودہ گپ ہانکتا ہے۔ یسوعیوں کو عیسائی کہنا نامناسب ہے۔ مگر چونکہ زیادہ تر عیسائی ہی غلطی سے لکھا اور بولا جاتا ہے اس لیے ہم نے بھی بعض جگہ عیسائی ہی لکھ دیا۔ تاکہ ناظرین کو معرفت تامہ حاصل ہو جائے۔ یسوع صاحب یوسف نجار کے خیریت سے صاحبزادے تھے۔ بے چارہ یوسف کچھ بہت دولتمند نہیں واقع ہوا تھا کہ وہ مسٹر یسوع صاحب کے حبالۂ عقد میں کوئی نوخیز یہودن (مس) لا سکتا اور حضرت یسوع صاحب کو وہ مطمئن اور شادان کرتا۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ یسوع ہیجڑا تھا۔ مگر ہماری تحقیق اس کے بالکل برعکس ہے وہ یہ کہ جب ہمارا ہیرو مسٹر یسوع ناصری خدا خدا کر کے عالم شباب کو پہنچا تو اس نے باپ کو شادی کی نسبت پُرزور الفاظ میں عرض کیا کہ اے باپ مجھے جلد از جلد شادی کرا دیجئے ورنہ پچھتیئے گا گلی کوچے تلاش کرتے۔" چنانچہ اس اعلان کو سنتے ہی (یوسف) آگ بگولہ ہو گیا۔ اور بچارے مفلس (یوسف) نے اپنے نالائق، پاگل، جاہل، وحشی، اپاہج، سست، بے ہنر، بے حجاب بیٹے کو گھر سے دھکے دے کر نکال دیا۔ چنانچہ یہ پھرتا پھرتا کسی یوحنا نامی جاہل صحرا نشیں عابد کو جا ملا اس نے اسے مکر و فریب کی خوب تعلیم دی۔ جلق اور بوسہ بازی کے بھی تمام رموز بتائے۔ یوحنا کی یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد یسوع

نے یہ بکنا شروع کر دیا کہ میں ابن اللہ ہوں میرا کوئی باپ نہیں، ہاں مگر ایک باپ ہے جو آسمان پر رہتا ہے یہود علماء نے یہ کلمات کفریہ سن کر یسوع کو مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ ارے! کمبخت باپ کے کمبخت تم بیٹے تو یہ کیوں بکتا ہے کہ میرا کوئی باپ نہیں تو تو وہی نہیں جس کا یوسف نجار باپ تھا۔ تو یہ کیوں نہیں کہتا کہ باپ نے مجھے نالائق تسلیم کر کے بیٹا بنانے سے انکار کر دیا۔ اور گھر سے نکال دیا اس لیے میں اس سے ناراض ہوں اور اسے باپ بنانا عار سمجھتا ہوں الوہیت کی کیوں ڈینگیں مارتا ہے۔ اور نبوت کی کیوں شیخیاں بگھارتا ہے۔ اگر تو واقعی نبی ہے تو ہمیں کوئی معجزہ دکھا چنانچہ یسوع صاحب نے انہیں معجزہ کے جواب میں جامع اور مانع گالیاں دیں کہ انہیں قلمبند کرنے سے ہمیں رسمی تہذیب مانع ہے۔ قصہ مختصر، علمائے یہود نے ناصری مہاراج کی گندہ دہانی اور بدزبانی، فحاشی و سبابی و تبرا بازی کو حدِ اعتدال سے متجاوز معلوم کرتے ہوئے یہ مناسب خیال کیا کہ مسٹر یسوع کا دماغی توازن جو بہت بگڑ چکا ہے جوتوں سے درست کیا جائے اس لیے کہ ہمیشہ یہ قاعدہ ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے۔ جب بدقسمت نوجوان یسوع کی جوتوں سے تواضع کی گئی تو فلسطین سے ایسے غائب ہوئے کہ پھر بوقتِ صلیب ہی دکھائی دیئے۔

بقول شخصے:۔ ایسے گئے کہ خواب میں بھی آئے نہ پھر نظر

افسوس!

آج انڈین اور ولائتی مشنری اور پادری اور عناد جنہیں اگر عقل و ایمان

یسو نجال برٹش کرد دیال

کا قزاق اور ڈاکو کہا جائے تو غالباً بہت ہی موزوں ہوگا یا جنہیں اگر
طبی (میڈیسن) نکتۂ خیال سے حشرات الارض کہا جائے تو اور بھی مناسب
ہوگا۔ جو گاؤں بگاؤں قصبہ قصبہ موٹر دوڑائے اپنے خدا کی جنت
کے ٹکٹ بانٹ رہے ہیں اور جو اپنی خانہ ساز اور خود ساختہ نجات
کے دھڑا دھڑ ڈھول پیٹ رہے ہیں ہمیں ایسے یسوع کا غلام
بنانا چاہتے ہیں جس کی تین نانیاں اور تین دادیاں بقول انجیل ذلیل
زناکار عورتیں تھیں۔ افسوس آج ہمیں اپنا مذہب ترک کروا کر ایسے
غیر مقدس مذہب کی طرف دعوت دی جاتی ہے جس کا بانی (العظمت اللہ
شرابی کبابی، فسادی، مجلوق، مجذوب، گالیاں بکنے والا، گدھے چرانے
والا، نامحرم کنجریوں سے (چشم بد دور) عطر کی مالش کرانے والا حاسد،
غصہ ور، نادان، جاہل، شعبدہ باز انسان تھا افسوس آج ہمیں اسی
یسوع الدجال کے صلیبی جھنڈے کے نیچے کھڑا کرنے کی انتہائی
کوشش کی جاتی ہے جسے یہودا اسکریوتی حواری نے عین حیات میں
توڑ تاڑ کر جہنم کا ایندھن بنا دیا تھا افسوس آج اسی روشنی کے زمانہ میں
جبکہ قرآن شریف اور فلسفہ جدید اور قدیم کے قوانین اور اصول تجربہ
کے دماغ میں نقش فی الحجر ہیں انجیل کی ناممکن التعمیل تعلیم پر پانی کی
طرح پیسہ بہایا جا رہا ہے، اور اس اسرائیل کو ریشمی لباس میں پیش کیا جا
رہا ہے جسے ہم شیطان سے بھی بدترین سمجھتے ہیں اور اس اسرائیلیات
کے مطالعہ کے لیے ہمیں تکلیف دی جاتی ہے جسے ہم الہامی کلام یا علم
الٰہی چھوڑ خرافات واہیہ سے تعبیر کرتے ہیں (حسرت نصیب) آج
ہمیں اس قلندر یسوع کی بے سروپا گپوں کے پیچھے بے خان و ماں کیا

جاتا ہے اور ہدفِ استہزا بنایا جاتا ہے۔ جس نے اپنے کفارہ کی بدولت حقیقتِ ناشناس (پولس) کو حیوانیت کی اس اعلیٰ درجہ کی سیڑھی پر سوار کیا۔ جہاں حضرتِ شیطان کی بھی رسائی مشکل ہے اور جس کی خدا اپنی حقیقت بقول علامہ نیاز فتحپوری آپنی اور صرف آپنی تھی کہ ؎

نہ دیں تھا نہ ایمان نہ زر زن زمیں تھی: یسوع اور کُل کائنات اسکی یہ تھی۔

اے کاش کہ پولوس صاحبان کچھ غور فرماویں۔ ہماری دعا ہے کہ مسٹر یسوع کو وہ فرضی دس کنواریاں کہ جن کا تذکرہ جمیل آپ اپنے باوفا حواریان کے سامنے فرمایا کرتے تھے بروز حشر آسمانی باپ کی جانب سے ارزانی ہوں ؎ نامرادی میں ہوا تیرا آنا جانا کوئی بات بھی یسوعا تیری پوری نہ ہوئی

مسیح پامال

حضور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جب ایسے ملعون یسوعی اور خبیث پادری بک بک اور جھک جھک کرنے لگتے ہیں تو انہیں اپنے راجہ یسوع کی حسب ذیل نصیحت کا مطلقاً پاس نہیں رہتا کہ ؎

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر۔ دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

خدا کی قسم اگر تمام دُنیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالف ہو جائے اور پیٹ بھر کر ناپ شناس بکے جب بھی وہ کامل اور بے مثل نبی اور عظیم الشان انسان (روحی فداہ) از روئے قرآن مجید ذلیل اور بے عزت نہیں ہو سکتا اور اسے پامال نہیں تصور کیا جا سکتا۔ بلکہ آپ کا وہ متنی بدباطن فرمایا کم ظرف جاہل دشمن ہی از روئے قرآن شریف اور از روئے واقعات بالآخر ذلت کا مُنہ دیکھتا ہے اور دیکھے گا سچ ہے ؎

چراغ را کہ ایزد برفروزد ــــــ ہر آنکو تُف زند ریشش بسوزد

اب ذرا یسوع غریب کا معائنہ فرمائیے ۔ ہمارا (سوفسطائی) دوست مسٹر پالس رسول عبرانیوں ۶/۴ و ۱۰/۲۶ میں اپنی دینی پالیسی کو یوں حوالۂ قرطاس کرتا ہے کہ ۔ وہ شخص جو عیسائی ہو جائے اور مقدس عشاء لے چکے اور پھر ہو جائے برگشتہ وہ خدا کے بیٹے یسوع کو پامال کرتا ہے اور دوبارہ صلیب دے کر علانیہ اُسے ذلیل کرتا ہے چنانچہ اس مُرتد کو رُوح القدس کی بے ادبی کے باعث اس وہمی اور فرضی جہنم میں ٹھونس دیا جائے گا ۔ جہاں رونا اور دانتوں کا پیسنا ہو گا ۔ ہم نے پالس کی کلام کو تو مرحوم (ٹالسٹائے ، رُوسی کی طرح ناقابلِ یقین قرار دیتے ہوئے یسُوع کو ذلیل ، اور پامال کہنے کا حوصلہ نہ کیا مگر ہم نے خداوند کے پوتے مسٹر بوٹا مل چکوالی کی اس چھٹی کو پڑھا جو ہمیں ۶ ۔ جون ۱۹۳۳ء کو موصول ہوئی تو ہمیں یقین ہو گیا کہ سچ مچ یسوعیوں کا یہی عقیدہ ہے کہ یسوع پامال ہو جاتا ہے جبکہ کوئی یسوعیت کے پھندے سے نکل جائے (بوٹا مل) حکیم صاحب آپکی یہ برگشتگی بہت خطرناک ہے ہم اب تک آپ کو اپنا عزیز اور مسیح کا خون خریدا مانتے ہیں ۔ آپ اپنے منجی کو پامال نہ کریں تا کہ وہ بھی بروزِ قیامت آپ سے چشم نمائی نہ کرے وغیرہ من ذالک الخرافات (سبحان اللہ) مسٹر پالیسی باز پولوس اور پادری بوٹا مل وغیرہ یسوعیوں کا کیا پر عظمت منجی ہے اور کیسا جلیل القدر مسیح ہے جو اپنے مخالف مُرتد کے پاؤں کے نیچے روندا جا سکتا ہے اور دوبارہ صلیبی گھوڑے پر سوار ہو جاتا ہے کیا ہم پالس کی رُوح سے یہ سوال کر سکتے ہیں کہ بھئی میاں پولوس تو یسوع کو مسیح مانتا ہے یا دجّال اگر تو یسُوع کو دجّال نہیں سمجھتا تھا تو تُو نے اسے پھر پامال کہنے کا کیوں حوصلہ کیا ۔ میاں پولوس سچ تو یہ ہے کہ ؎

دوستی کے پردے میں تم تے بڑی کی دشمنی ۔ قربان جائیے یسوعیوں کی مقدس جماعت پر خدا ہے تو ان کا خونِ حیض اور زناہ کی خرچی کھانے والا مسیح ہے تو ان کا پامال تثلیث ہے تو ان کی عقلِ انسانی سے باہر ہے ۔ کسی نے بالکل بجا کہا ہے کہ ؎

نصاریٰ کی ہیں جو باتیں ہیں عقل و فہم سے خارج
کوئی جانے تو کیا جانے — کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

بہر حال ہمیں اس سے بڑھ کر اور کیا کامیابی یا خوشی ہو سکتی ہے کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ناکام اور رسوائے عالم دشمن نصرانیوں کو مالی اور روحانی صدمہ پہنچانے کے علاوہ ان کے خداوند یسوع کو بھی پامال کر کے چھوڑا ۔ امید ہے کہ آئندہ لوادر صاحبان کسی باحیثیت پیرزادہ اور مفتیٔ اسلام کو عیسائی بنانے کی ناکام کوشش نہ کریں گے اور چند روزہ کامیابی کے حوصلہ پر حد سے زیادہ چوتڑ نہ پیٹیں گے ۔ کیا انہیں معلوم نہیں تھا کہ ؎

محمدؐ کا غلام ہرگز یسوعی ہو نہیں سکتا
یسوع کا ہے وہی خادم جو بھوکا اور جاہل ہو

پادری عبدالحق کی زندہ جہالت

یورپین اور انڈین پولوسیوں کا وہ مایۂ ناز مجاول جو خیریت سے کسی معمولی زمیندار کے ہاں پیدا ہوا ، مسٹر دیال سنگھ جی کا شاگرد رہا مڈل میں فیل ہو گیا ، زر زن زمین کی غرض آسمانی باپ کی بادشاہت میں جا گھسا ۔ اور حصولِ مقصد کے لیے جو مدت مدید ڈاکٹر (براؤن) پادری

کے ہاں بچہ سقہ کے سے ممتاز منصب پر سرفراز رہا یعنی پانی بھرتا رہا تعجب ہے کہ آج قابلیتِ علمی کی ڈینگیں مارتا ہے اور فنِ مناظرہ کا امام ہونے کا بھی مُنہ چڑھاتا ہے۔ اور ہمارے ان چند ایمان فروش کرایہ کے ٹٹو نام کے مولوی پادری عمادالدین پادری فتح مسیح سنگھ پادری ٹھاکرداس پادری اکبر مسیح صاحبان وغیرہ کا بروزہونے کا دعویٰ ہے جنہیں میدانِ مناظرہ میں ہزیمت کھانے اور شکست فاش اُٹھانے کے باوجود پھر مسیح فتح کے نقارے پیٹتے ہوئے دیکھ کر کسی اسلامی شاعر نے بادلِ ناخواستہ یوں کہا تھا کہ ؎

ادائیں یوں تو جتنی بھی ہیں سب ہیں دل فریب ان کی
مگر یہ پادری کمبخت شرمیلے نہیں ہوتے

ناظرینِ کرام ۱۹۳۲ء ۱۶ جون کو جب ہم نے چکوال ضلع جہلم میں پادری عبدالحق صاحب کو مسیحی لیکچر کے لیے بلایا۔ چنانچہ آپ نے چکوال تشریف لاکر جن جن بوالعجبیوں اور بدحواسیوں کا نظاہرہ فرمایا اُنہیں ذرا تفصیل کے ساتھ لکھنے کے لیے تو شاید کئی ایک دفتر چاہئیں۔ مگر مشتِ از خروارے ہم آپ کے سامنے بالفعل ایک دو باتیں پیش کرتے ہیں۔ جن سے کہ آپ کو مسٹر عبدالحق صاحب کی علمیت اور انسانیت کا بخوبی اندازہ ہوجائیگا

ا۔ اوّل جب آپ ۱۷ جون بوقت ۶ بجے شام انجیل کی اصالت اور صداقت پر لیکچر کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ نے دوران تقریر میں فخرالاسلام سر سیّد مرحوم کی کتاب تبئین الکلام کی کسی عربی عبارت کو بطور حوالہ پیش کیا جس سے کہ قادیانی احمدیوں پر یہ واضح کرنا چاہا کہ انجیل تحریف نہیں ہوئی اور نہ ہی ہوسکی ہے۔ اے احمدی دوستو تمھیں

انصاف کرو۔ باقی چکوال کے مسلمان تو ہمارا وعظ سننا کجا منہ دیکھنا نہیں چاہتے۔ قادیانی حضرات نے کہا پادری صاحب ہم آپ کی اردو کی لغزشیں تو معاف کرتے ہیں مگر عربی عبارت کی نسبت اتنی گزارش ہے کہ آئندہ آپ اپنے خداوند مسیح کی نام کی خاطر بچاری عربی کی مٹی پلید کرنی چھوڑ دیں جب آپ کو صحیح عربی پڑھنے کا سلیقہ نہیں تو آپ کیوں رہی سہی عزت بھی برباد کرتے ہیں۔ چنانچہ اس درستانہ مشورہ کے صلہ میں مسٹر عبدالحق نے امتِ قادیان کو ایسی بصنعت غیر منقوط گالیاں دیں کہ (بارش بخیر) مسٹر یسوع کو بھی نہ سوجھی ہوں گی۔ سوامی دیانند سے لے کر لکھنؤ کے بھنگڑ خانیوالوں تک کو مات کر دیا اور احمدی اتنا کہہ کر چل دیئے کہ پادری صاحب ہے

زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجیے دہن بگڑا

۲ - دوم ۱۸ رجون کی شام کو مولوی کرم الدین صاحب دبیر رئیس بھیں کو پادری عبدالحق اثنائے گفتگو میں ذکر سپین اسپرٹ) سے مجبور ہو کر یوں لب کشا ہوئے کہ مولوی صاحب میں آپ کو دس سال میں رشیدیہ پڑھا سکتا ہوں۔ چنانچہ اس پادریانہ جسارت کو دیکھ کر مسلمان سامعین چھوڑ یسوعی حضرات انگشت بدنداں رہ گئے اور بے ساختہ ہماری زبان سے یہ شعر طاری ہوگیا کہ ے

دست گستاخش نگر بر ریش بابا ہم رسید
طفلک نادان زبازیہائے بابا غافلست

کرم الدین صاحب نے کہا مسٹر عبدالحق یہ منہ اور مسور کی دال۔ تم اور رشیدیہ پڑھاؤ مجھے۔ خدا کی قسم۔ رشیدیہ پڑھانا چہ معنی تم نے

تو رشیدیہ خواب میں بھی نہ دیکھا ہو گا۔ ثبوت یہ ہے کہ اگر تم نے رشیدیہ کی شکل بھی دیکھی ہوتی تو دس سال نہ کہتا بلکہ ایک مہینہ کہتا۔ اس لیے کہ وہ بہت آسان اور مختصر کتاب ہے۔ اے کاش کہ کچھ لکھ پڑھ کر عیسائی ہوا ہوتا۔ عبدالحق نے دس سال کا عرصہ کہہ کر نہ صرف اپنی ہی جہالت اور حماقت کا زندہ ثبوت پیش کیا بلکہ پادری لوٹامل وغیرہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ درگور کر دیا۔ محترمی قاضی غلام احمد صاحب بی اے ایل ایل بی وغیرہ (میٹنگ) کے اختتام پر عبدالحق کو مخاطب ہوتے ہوئے مخصوص انداز میں یوں نغمہ سرا ہوئے کہ پادری صاحب واقعی ؂

ایں جہالت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

گمنام چٹھی کا جواب

حال ہی میں ہمیں ایک مجہول چٹھی موصول ہوئی ہے جس کے مجہول کاتب راجہ یسوع کے فرزند معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ عیسائیوں کا خداوند ہی بزدل تھا اگر وہ بزدل نہ ہوتا تو خودکشی کیوں کرتا۔ مگر گمنام چٹھی پڑھ کر معلوم ہوا کہ ابھی بہت سے عیسائی بزرگ ایسے ہیں جنہیں ایمان سے مسٹر پطرس بہادر کی طرح کوئی سروکار نہیں ہمارے مجہول دوست بطور طعن پولوس اور پطرس کے چند ہذیانات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ حکیم صاحب بخدا آپ بڑے جاہل تھے آپ بڑے مفلس تھے روٹی کھانے کے لیے آپ عیسائی ہو گئے جب شکم پری کا

انتظام ہمارے یہاں نہ ہو سکا تو آپ پھر واپس مسلمان ہو گئے۔ آپ کی کچھ پوزیشن نہیں تھی۔ محمدیوں نے جب آپ کو تنگ کیا عیسائی ہو گئے اور جب عیسائی حضرات نے تنگ کیا تو محمدی ہو گئے وغیرہ من ذالک الھذیانات۔ ہم اپنے مجہول یسوعی دوست کی بزدلی اور سفلگی پر ماتم کرنے کی بجائے اسلامی اخلاق کے نمونہ کو پیش کرتے ہوئے نہایت تحمل اور اطمینان کے ساتھ جواب عرض کرتے ہیں وھوا ھذا۔

جواب پادری صاحب بہت خوب آپ نے پادریانہ دمفتریانہ فرض کو اچھا انجام بخشا ہم آپ کے اس گمراہ کن پروپیگنڈا سے باخبر ہو کر کہ حکیم عبدالرزاق کی کچھ پوزیشن نہیں تھی۔ بالکل متعجب نہیں ہوئے اور شاید ہمارے ناظرین بھی اسے حرکت مذبوحی تصور کرتے ہوئے چنداں متعجب نہیں ہوں گے کہ دُنیا یہ جان چکی ہے کہ ؎

ہر اُسقف کی جو سچا ہو یہی شرطِ تقدس ہے
کہ جھوٹا بھی ہو ہیزم کش بھی ہو اور مُفتری بھی ہو

پادری صاحب علمیت کی نسبت گزارش یہ ہے کہ ہم اپنے مُنہ میاں مٹھو بننا مناسب نہیں سمجھتے۔ اگر آپ کو ہماری قابلیتِ علمی دیکھنا منظور ہے تو آپ اپنے گورو گھنٹال پادری عبدالحق کے ساتھ ہمارا ایک مناظرہ کرا دیجئے اور پھر دیکھ لیجئے کہ جاہل کون ہے اور فاضل کون؟ اور اگر آپ کو ہماری زمیندارانہ اور شاہانہ پوزیشن میں کچھ تردد یا کلام ہے تو (بخدا) انصاف یہ ہے کہ آپ ایک دفعہ رتنہ شریف ضرور تشریف لائیے اور ہمارے مقامی مخالفوں سے ہماری پوزیشن دریافت کیجئے۔ کامل تحقیق کے بعد جو مُنہ آئے بکئے۔ گھر بیٹھ کر کسی کی پوزیشن کی نسبت

کچھ کہنا ایک سچے اور راستباز اور باایمان آدمی کے لیے شایانِ شان نہیں۔ (اسقف یعنی پادری)

پادری صاحب آپ کا یہ کہنا کہ حکیم صاحب آپ پیٹ کی خاطر مذہب بدلتے پھرتے ہیں ایک پادریانہ افترا ایک احمقانہ جھوٹ ایک بڑا بہتان ہے۔ خدا کی قسم اگر آپ اس استمنا باالید کے خوگر کے مُرید نہ ہوتے جس نے آپ کو متی ۱۰-۱۶ میں ہدایت ہی یہ فرمائی کہ اے میرے مقدس فرزندو کبوتر کے مانند بھولے ہو اور شیطان یا سانپ کی مانند ہوشیار۔ تو اتنا سفید جھوٹ نہ بولتے اور ہمیں یہ کہنے کا موقعہ نہ دیتے کہ ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

سنیئے ہم عیسائی ہونے سے پیشتر حنفی المذہب مسلمان تھے اور جب عیسائیت کو ترک کیا پھر بھی جماعتِ حنفیہ ہی میں شامل ہوئے آپ کے قول کے مطابق یعنی پیٹ کی خاطر شیعہ، وہابی، احمدی آریہ نہ بنے۔ یا العجب جس شخص کے اور جس خاندان کے معمولی درجہ کے آدمی کیا بڑے بڑے سیٹھ اور ڈپٹی کمشنر اور سر کرنل ملک نواب محمد عمر حیات خان صاحب کے سے مقتدر اور ذی عزت طبقہ کے لوگ عقیدت کیش ہوں اور جو حکیم عبدالرزاق بڑے بڑے سجادہ نشینوں اور بڑے بڑے خاندانوں کا جائے تعظیم ہو۔ جس حکیم کے داداجی مرحوم کے لنگر سے پادری صاحبان کی طرح ہزارہا آوارہ گرد، مفلس یتیم، ارڈیاں کھا کر زندگی بسر کریں۔ افسوس اس شخص کی نسبت ایک جاہل بزدل گمنام پادری یہ بکواس کرے کہ حکیم صاحب پیٹ کی

غرض عیسائی ہوئے جب عیسائیوں نے تنگ کیا تو محمدی ہو گئے
سبحانک ھٰذا بہتانٌ عظیمٌ ○

ہمارے گمنام دوست کا یہ کہنا کہ حکیم صاحب کی عیسائیوں نے عزت نہ کی ایک دروغ بے فروغ ہے۔ چکوال، جہلم، راولپنڈی کے ہندو مسلمان اس بات کے شاہد ہیں کہ جس قدر مشنریز اور عیسائیوں نے راقم الحروف کی عزت کی اتنی تو شاید انہوں نے مسٹر پوپ کی بھی نہ کی ہو گی۔ اور بلاشک ہم بحیثیت ایک پیرزادہ اور محقق ہونے کے اس عزت کے مستحق تھے جو پادریوں نے کی۔ ہمارے گمنام پادری صاحب کو اگر دشمن کو الزام اور دشنام دینے کا کچھ بھی سلیقہ ہوتا تو وہ بجائے اور بیہودہ اور بے سر و پا الزامات کے یہ لکھتے کہ حکیم صاحب بقول خداوند یسوع کسی فریسی فقیہہ یعنی عالم اور مالدار آدمی کا عیسائی ہونا یا رہنا اتنا مشکل ہے جتنا کہ سوئی کے ناکے میں سے اونٹ کا نکل جانا (متی ۱۹۔۲۳۔۲۵) اور چونکہ آپ بھی یکے از ازیشان تھے۔ اس لیے اگر عیسائیت کو ترک کر کے پھر آپ مسلمان ہو گئے ہیں۔ تو ہمیں کوئی تعجب نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ہی افسوس۔ اس الزام سے ہم خاموش ہو جاتے اور دل میں اپنے گمنام دوست کی معقولیت کی داد بھی دیتے بلکہ دنیا میں یہ مشتہر کرتے کہ عیسائی حضرات بھی کسی کو الزام دینا چاہتے ہیں تو نہایت معقول الزام دیتے ہیں۔ اے کاش ہمارے اندھے اور گمنام یسوعی دروغ نویس نے الزامی چھٹی تحریر کرنے سے پیشتر اپنے یسوعی برادر خداوند کے پوتے مسٹر بوٹا سنگھ کا وہ مضمون جو ۱۲ فروری ۱۹۳۲ء کے اخبار "نور افشاں"

میں "مفتی عبدالرزاق مسیحی ہو گئے" کے عنوان کے ماتحت شائع ہوا تھا۔ ایک دفعہ بھی دیکھ لیا ہوتا۔ تو پھر سے تازیست یہ کہنے کا حوصلہ نہ ہوتا۔ کہ حکیم صاحب کی کچھ پوزیشن نہیں تھی یا وہ زر، زن، زمین کی غرض سے عیسائی ہوئے تھے۔ لعنت اللّٰہ علے الکاذبین:



تبلیغِ حق

اے مشرق و مغرب اور یورپ کے یسوعی دوستو! اے شمعِ کلیسیا کے پروانو!
اے برقِ کلیسیا کے خرمنِ حسن پر بجلیاں گرانے والو! اے گرجاؤں کی سُریلی اور دلکش آوازوں کے متوالو!
اے چالباز پالس رسول کے فلسفۂ تثلیث کے شیدائیو! اے یسوع کی نالائق اور رسوائے عالم کتاب
عہد جدید کے فدائیو! اے گندم نما جو فروش پادریو! یسوع ناصری کی تقلید چھوڑ دو وہ کاٹھ پر لٹکائے
جانے کے باعث ملعون اور مردود ہو چکا۔ اب وہ تمھاری فرعونی دولت دجّالی ہتھکنڈوں، مردہ و عقول
خشک گیسوں سے زندہ اور مقدس نہیں مانا جا سکتا۔ اے ابلیس لعین کی تلبیسی گاڑی کے مظلوم بیلو
ذرا خدا لگتی کہنا کہ کیا وہ یسوع جو خود ایلی ایلی لما سبقتنی پکارنے کے باوجود صلیبی لعنت سے نہ بچ سکا
وہ تمھیں مکتی یا نجات دلائے گا؟ افسوس! جو کمبخت خود اندھا ہو کسی کو راہ کیا دکھا سکتا ہے
یسوع کو چھوڑ دو۔ آؤ دنیا کے عظیم الشان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین شفیع المذنبین
کے دامن کو محکم پکڑو... تاکہ دین و دنیا میں سرخروئی حاصل ہو۔ بمصداق ؎

اے تو نابینا بجو بینائے را ـــــ کور کو راہ جو بیداز کورے دگر
تانیفتی از سرِ عمیا بہ چاہ ـــــ درچہ او باز افتد زود تر
خلق را تقلید شاں بر باد داد ـــــ ہفت صد لعنت بریں تقلید باد

نوٹ:... ہمارے دل میں ہر ان یسوعی حضرات کا جو کہ ماسٹر فضل حق اور پروفیسر طالب دین
صاحب سہارنپوری کی طرح شریف اور حق پسند اور بے ضرر واقع ہوئے ہیں۔ قابلِ قدر احترام ہے
ہمارا قلم مظلوموں اور شریفوں کا حامی ہے مگر شریروں کے لیئے فرشتہ موت کا حکم رکھتا ہے کیوں نہ ہو جبکہ
ہمارا ڈنکے کی چوٹ پر دعویٰ ہے کہ ؎ آنکہ موت ہم وانا سہیلؓ ۔ طلعت بموت اولاد الزنا ہم

والسّلام :۔ میں ہوں فاتح عیسائیت (عبرت ہاشمی) سابق پولوس پنجاب

بھونچال لرزہ بر اندام دجال

مجھے ضرور پڑھیئے

ناظرین کرام! راقم الحروف نے ردِ نصاریٰ میں ایک ایسی بہترین کتاب تالیف کی ہے کہ جسے دیکھ کر "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح" کا مصنف علامہ ابن تیمیہ بھی اگر آج زندہ ہوتا تو اس کی ضرورت اور اس کی ثقاہت کا لوہا مانے بغیر زندہ نہ رہتا۔ اس کتاب میں ذاتی معلومات و تجربات اور یسوعیت کے رازہائے سربستہ کے افشاء کے علاوہ حسبِ ذیل مضامین پر دل کھول کر بحث کی گئی ہے (۱) یسوع ناصری کی اصلیت (۲) عہدِ جدید کی لغویتیں (۳) پولوس کی عیارانہ لائف (۴) پادریوں کے وحشیانہ مظالم (۵) ننوں یا مستوں کی مصنوعی عصمت و عفت کی جیتی جاگتی تصویر (۶) یورپین یسوعی بھیڑوں کی خلد فردوس عریانیوں کا عبرتناک سین (۷) اثبات التوحید و ابطال التثلیث (۸) فلسفۂ الٰہیات اور ڈھونگ کفارہ (۹) محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور متعصب یسوعی مؤرخین و مصنفین اس کتاب کا نام (الصاعقۃ الجبار علی راس النصاریٰ والیسوع بجاں) اس سے بڑھکر عیسائیت کی رد میں آج تک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی یہ کتاب مناظر شخص کے لیئے بہت ہی کار آمد ہے مگر جاہلِ مناظرین اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

محترم عبرت ہاشمی۔ رتّہ شریف چکوال

هو جمال بے شکل و جمال

ماھانہ محفلِ ذکر اَللّٰہ ھُو

جامع مسجد شاہ مراد میں ہر چاند کی دس تاریخ کو حضرت محبوب سبحانی قطبِ ربانی شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی اور زبدۃ العارفین، صدرِ شریعت، بدرِ طریقت "ماہتاب نقشبند حضرت قبلہ الحاج حافظ وقاری مفتی دین محمد صاحب کی یاد میں زیرِ سرپرستی صاحبزادہ محمد شجاع الدین رتوی ماہانہ محفلِ ذکر منعقد ہوتی ہے جس میں تلاوتِ قرآن، نعتِ رسول اور تقاریر کے علاوہ ذکر اللّٰہ کیا جاتا ہے جس میں شاہ مراد شوگر ملز کے ملازمین حضرات مالی وجانی تعاون فرما کر اس مقدس تقریب سعید کو قائم رکھے ہوئے ہیں تمام مخیّر حضرات سے گزارش ہے کہ اس ادارہ کے ساتھ بھرپور تعاون فرمائیں تاکہ اس مقدس محفل کو بہتر سے بہتر طور پر منایا جائے۔

ع صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

نوٹ :- خصوصی دعا کے بعد حاضرین میں لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔

منجانب

ادارہ مجددیہ جمالیہ، جھوک شریف جامع مسجد شاہ مراد شوگر ملز
جھوک شریف۔ ضلع ٹھٹہ

65

ہماری مطبوعات

- نالہ فراق — از:- حضرت قبلہ مفتی امام الدّین صاحبؒ رتوی
- شارع — از:- مفسر قرآن حضرت مولانا محمد عثمان غنی صاحب رتوی
- نذرانۂ مودّت — از:- حضرت قبلہ مفتی امام الدّین صاحب رتوی
- شارع — از:- پروفیسر سیّد ابوالفائق بخاری ایم۔ اے فیصل آباد۔
- فیضِ جاوداں — از:- محقق اہلسنّت حضرت مولانا محمد عثمان غنی صاحب رتوی
- بھوچھال بر لشکرِ دجّال — از:- فاتح عیسائیت مفتی عبدالرزاق صاحب رتوی
- مزید اضافہ و تشریح — از:- صاحبزادہ محمد شجاع الدین صاحب رتوی
- جامِ کوثر — از:- " " " " " " " "
- اظہارِ حق (مجموعۂ مضامین، زیرِ طبع) " " " " " " " "
- بیس رکعت نماز تراویح بجواب آٹھ رکعت نماز تراویح " " "
- جوہر المواعظ (زیرِ طبع) از:- صاحبزادہ محمد شجاع الدین صاحب رتوی

منگوانے کا پتہ :- • دربارِ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ رتہ شریف چکوال

• صاحبزادہ محمد شجاع الدین صاحب رتوی۔ ادارہ مجدّدیہ جمالیہ جامع مسجد شاہ مراد تتو گر ملز لچھو کے شریف ٹھٹھہ